جامعہ عثمانیہ گلشن بلاک لاہور کا ترجمان

نوائے خادم

حضرت مولانا

ابو عبید

ولی کامل، استاذ العلماء والصلحاء شیخ التفسیر والحدیث

خادم حسین شجاع آبادی صاحب مدظلہ

زیر سرپرستی

مہتمم جامعہ ھذا

جمعیت طلباء عثمانیہ

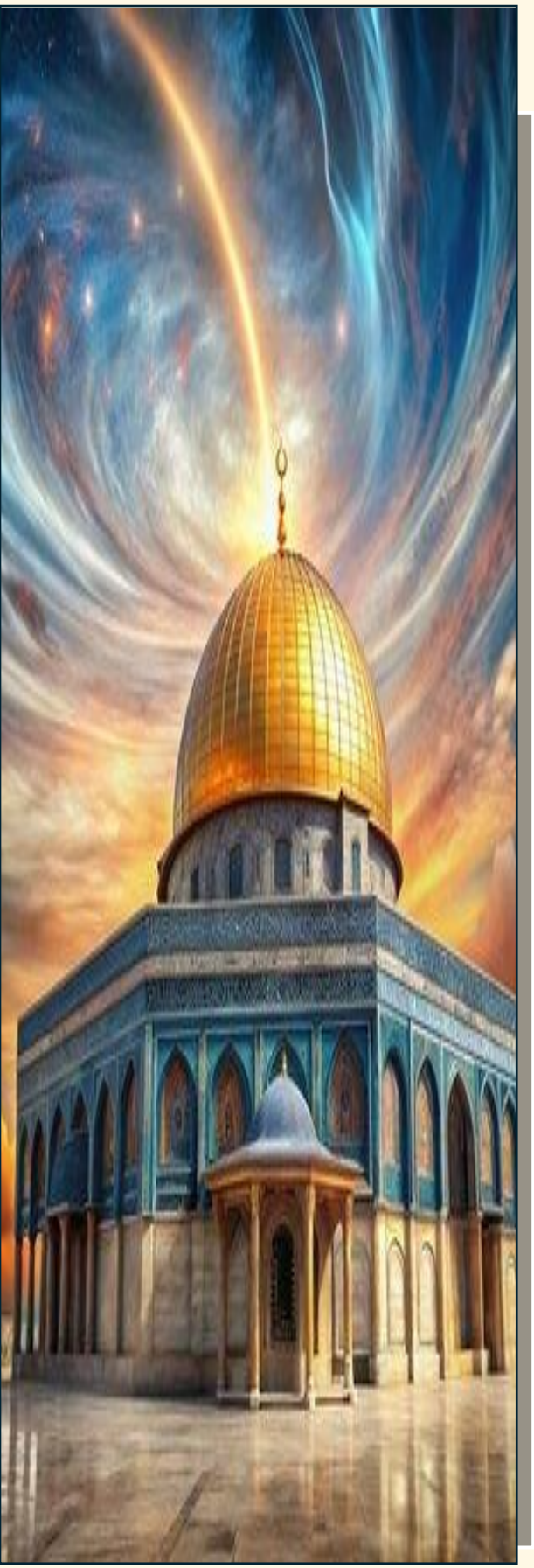

نوائے خادمِ اراکین

بیاد

- مہر احمد بخش مرحوم
- مولانا یسین احمد عثمانیؒ
- مولانا محمد حفظ الرحمن فاروقیؒ

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا خادم حسین صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

زیر نگرانی

- حضرت مولانا احمد قاسمی صاحب
- مفتی ناصر الدین مظاہری صاحب

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا محمد عبید الرحمن صدیق صاحب

مدیر

مولانا محمد داؤد الرحمن علی صاحب

مدیر معاون

مولانا سہیل نواز عثمانی صاحب

مجلس مشاورت

- مولانا شوکت علی اعوان صاحب
- مولانا محمد اکرم عثمانی صاحب
- مفتی محمد شمس الرحمن عثمان صاحب
- قاری محمد عبید اللہ صاحب
- ڈاکٹر مفتی عتیق الرحمن صاحب
- مولانا عبد اللہ ہزاروی صاحب
- مولانا عمیر نواز صاحب
- ڈاکٹر محمد عثمان غنی صاحب
- قاری محمد اسلام صاحب
- صاحبزادہ حافظ محمد قاسم اسامہ صاحب

اداریہ	04
درس قرآن	06
درس حدیث	08
حمد باری تعالیٰ	10
نعت رسول مقبول ﷺ	11
فضائل رجب	12
ماہ رجب اور واقعہ معراج النبی ﷺ	20
معراج رسول ﷺ غم کا مداوی و مرتبے کی بلندی	28
فضائل شعبان	38
شب برأت اور اس کے تقاضے	46
ماہِ شعبان، شبِ براءت اور ہماری بے اعتدالیاں	58
استقبال رمضان چند اہم گزارشات	71

اداریہ

محمد داؤد الرحمن علی (مدیر مجلہ نوائے خادم)

اسلامی سال کے یہ دونوں مہینے ''رجب اور شعبان'' ایمان کی تجدید، روحانی بیداری اور رمضان المبارک کی تیاری کا سنہری مرحلہ ہیں۔ رجب حرمت والا مہینہ اور عبادات کی جانب واپسی کا وقت ہے، جبکہ شعبان رمضان کا پیش خیمہ اور اعمال کے پیش ہونے کا مہینہ ہے۔ ان دونوں مہینوں کی اہمیت ہمیں دعوت دیتی ہے کہ ہم اپنی زندگی کا رخ اللہ کی رضا کی طرف موڑ لیں۔

اللہ تعالیٰ نے رجب کو چار حرمت والے مہینوں میں شامل فرمایا:

''بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ ہے... ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔'' (سورۃ التوبہ، 36)

مفسرین کے مطابق ان چار مہینوں میں سے ایک رجب ہے، جسے زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں میں احترام حاصل رہا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب رجب آتا تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرماتے:

''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ''

''اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت دے اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے۔'' (مسند احمد، حدیث 2346)

یہ دعا اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ رجب روحانی تیاری کا آغاز ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے شعبان کے مہینہ کو بھی رمضان المبارک کی تیاری کا مہینہ قرار دیا۔ آپ ﷺ شعبان المعظم میں نفلی روزوں کا خاص اہتمام بھی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھا جتنے شعبان میں رکھتے تھے۔" (صحیح بخاری، 1969)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شعبان نفلی روزوں، تہجد، صدقہ، تلاوت اور تزکیۂ نفس کے لیے بہترین وقت ہے۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ! آپ کو شعبان میں اتنا روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ وہ مہینہ ہے جس میں لوگوں کی غفلت ہوتی ہے... اور اسی میں سال بھر کے اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں، اور میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزے سے ہوں۔" (سنن نسائی، حدیث 2357)

فقہاء متفق ہیں کہ:

اس رات کا جواز اور فضیلت اپنی جگہ، مگر اس رات کے لیے کوئی خاص نفل یا سو رکعت والی نماز ثابت نہیں۔

دو مہینے، دو منازل، ایک ہی مقصد

رجب دل کو جگاتا ہے: اللہ کی طرف لوٹ آؤ۔

شعبان انسان کو تیار کرتا ہے: رمضان کے لیے خود کو سنوارو۔

رمضان تربیت کا نتیجہ ظاہر کرتا ہے: تقویٰ اور قرب۔

یہ تینوں مہینے ایک مکمل روحانی نصاب ہیں۔ اگر ہم نے رجب میں ارادہ درست کر لیا، شعبان میں عادتیں بنالیں، تو رمضان واقعی ہمارے لیے زندگی بدلنے والا مہینہ بن سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان مہینوں کی برکتوں سے بھرپور حصہ عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

جدالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے سوانح

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک مشرک گھرانے میں پیدا ہوئے نبوت ملنے پر نبوت کا کام شروع کیا۔ مشرک بادشاہ نمرود قوم اور گھر والوں سے مناظرے ہوئے کامیابی حاصل کی مشرک باپ نے گھر سے نکال دیا۔آپ نے بتوں کو توڑا جس کے نتیجے میں آگ میں ڈالے گئے اور قلنا یانار کونی کا معجزہ حاصل ہوا۔ ہجرت کی، حکم خداوندی سے شیر خوار بچے اور نوجوان بیوی کو وادی غیر زرع مکہ مکرمہ میں چھوڑا۔ بچہ بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچا تو خواب میں اسے ذبح کرتے دیکھا تو بیداری میں عمل کیا لیکن اللہ نے بچے کے بجائے دنبہ ذبح کرادیا یہ موٹے موٹے امتحان پاس کر کے امامت کا انعام وصول کیا۔

باپ اور بیٹے نے مل کر کعبۃ اللہ کی تعمیر کی۔ ''گو'' (وہ عارضی سیڑھی جس پر معمار چڑھ کر کام کرتے ہیں) بننے والا پتھر ان کی یاد گار کے طور پر آج بھی بیت اللہ کے پاس مسجد حرام میں موجود ہے جہاں حاجی دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔

تعمیر کے وقت بیت اللہ آباد کرنے والی امت مسلمہ کی دعا فرمائی جو قبول ہوئی۔اس امت مسلمہ کی ہدایت کے لئے ان میں سے ایک عظیم الشان پیغمبر کی بعثت کی دعا کی یہ بھی قبول ہوئی وہ آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی چار صفات اور فرائض ہیں۔ تلاوت کتاب، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت، تزکیہ نفوس۔

اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیم کو قبولیت کا شرف بخشا حضور علیہ السلام کو فرمایا

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا۔ (النحل:۱۲۳)

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ

ملت ابراہیم سے اعراض کرنے والا بے وقوف ہے۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ

حضرت ابراہیم تو اللہ کے ہر حکم پر جھکنے والے تھے۔

وَوَصّٰى بِهَا اِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبِ

حضرت ابراہیم اور ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو ملت ابراہیم جس کا دوسرا نام اسلام ہے پر مرنے کی وصیت فرمائی۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ

یہود کے اس دعویٰ کی نفی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہودی بننے کی وصیت فرمائی تھی بلکہ انہوں نے توحید اور اسلام پر مرنے کی تاکید فرمائی۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ

یہود و نصاریٰ سے شکوہ کہ وہ یہودیت اور نصرانیت کی دعوت دیتے ہیں۔ حالانکہ ملت ابراہیم کی اتباع میں ہدایت ہے۔

قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

تمام انبیاء اور کتب سماویہ اور شرائع پر ایمان ضروری ہے۔

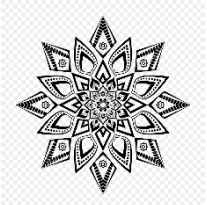

درس حدیث

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

آپ ﷺ کا پسینہ مبارک خوشبودار تھا

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اُمِّ سُلَیْم مَا ہٰذَا قَالَتْ عَرَقُکَ نَجْعَلُہٗ فِیْ طِیْبِنَا وَہُوَ اَطْیَبُ الطِّیْبِ۔ (مشکوٰۃ ۵۱۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلیم آپ کیا کر رہی ہیں انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے پسینہ کو اپنی خوشبو میں ڈال رہے ہیں اور وہ تمام خوشبوؤں سے زیادہ عمدہ خوشبو ہے (مشکوٰۃ ۵۱۷)

آپ علیہ السلام حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں دوپہر کو قیلولہ کر لیا کرتے تھے وہ آپ کو ایک کھال کا بچھونا ڈال دیا کرتی تھیں اسی پر آپ ﷺ قیلولہ کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کو پسینہ بہت آتا تھا (بہت خوشبو والا ہوتا تھا) تو ام سلیم وہ پسینہ جمع کر لیا کرتی تھیں اور اپنی خوشبو میں ڈال لیتی تھیں۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے پوچھ لیا کہ ایسا کیوں کرتی ہیں؟ تو صاف بتا دیا یہ بہت عمدہ خوشبو ہے ہم اپنی دوسری خوشبوؤں میں ڈال لیتے ہیں (اس سے وہ بھی عمدہ ہو جایا کرتی تھیں)۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَآ اَنَا رَحْمَۃٌ مُہْدَاۃٌ۔ (مشکوٰۃ ص۵۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایسی رحمت ہوں جو ھدیہ بھیجی گئی (امت کی طرف)۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اُدْعُ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ قَالَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَۃً۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ سے کہا گیا آپ مشرکین کے لئے بددعا کردیں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا میں تو رحمت ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

کَانَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْہًا وَاَحْسَنُہُمْ خُلْقًا لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ کَانَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ کَانَ شَیْبُہٗ نَحْوَ عِشْرِیْنَ شَعْرَۃً۔

آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سب لوگوں سے خوبصورت تھا، آپ ﷺ سب لوگوں سے اچھے اخلاق والے تھے، آپ ﷺ نہ زیادہ لمبے قد کے تھے نہ زیادہ چھوٹے قد کے تھے (درمیانہ قد تھے) آپ ﷺ لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ آپ ﷺ سب لوگوں سے بہادر تھے آپ ﷺ کے سفید بال بیس کے قریب تھے۔

3 جنوری 2026
بروز ہفتہ
بعد از نماز مغرب
ان شاء اللہ العزیز
جامع مسجد مکی و جامعہ عثمانیہ
گلشن بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
جامعہ عثمانیہ وجمعیت طلباء عثمانیہ کے زیر اہتمام
حافظ ظل الرحمن بن مولانا حفظ الرحمن، حافظ فرید احمد، حافظ صدیق خان، حافظ عمر فاروق
حافظ شبیر ازہر، حافظ صہیب عمیر، حافظ زبیر منور، حافظ عمر فاروق خان، حافظ عمران اکمل
کے تکمیل قرآن کے موقع پر
عظیم الشان
محفل قرآن
فضیلۃ الشیخ قاری محمد ادریس آصف حفظہ اللہ
عالمی ایوارڈ یافتہ
آف لیہ
فضیلۃ الشیخ قاری حماد انور نفیسی حفظہ اللہ
عالمی ایوارڈ یافتہ
آف گوجرانوالہ
خادم حسین شاکر آبادی
مہتمم جامعہ ھذا
فضیلۃ الشیخ قاری محمد اشرف حفظہ اللہ
جامعہ دار القراء لاہور
فضیلۃ الشیخ شمس القراء والمقرئین سید انوار الحسن بخاری شاہ حفظہ اللہ
عالمی ایوارڈ یافتہ
لاہور
محترم جناب حافظ محمد افضال صدیق حفظہ اللہ
بلبل گلستان رسول
رئیس خاندان اصحان پاکستان
فضیلۃ الشیخ قاری حبیب الرحمن حفظہ اللہ
جامعہ صدیقہ گلشن راوی
فضیلۃ الشیخ قاری عبد الباسط المنشاوی حفظہ اللہ
فاضل قراءت عشرہ، لاہور
محترم جناب حاجی محمد رشید حفظہ اللہ
صدر مجلس منتظمہ جامع ہذا
شوکت علی
جامعہ عثمانیہ
انشاء اللہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے
اہل اسلام سے شرکت کی پُرزور اپیل ہے
فقید المثال
عظیم الشان
درس قرآن
انتظامیہ و جمعیت طلباء عثمانیہ گلشن بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
برائے رابطہ
0300-4615151
0321-4194203

حمد باری تعالیٰ

ایم راقم نقشبندی

نئے دور کی ابتدا کررہا ہوں
خدا کی میں حمد و ثنا کررہا ہوں
وہی کارسازِ جزا و سزا ہے
اسی کا بیاں، تذکرہ کررہا ہوں
یہ دنیا و مافیہا " کن " کا ہے عالم
اسی " کن " کے نغمے ادا کررہا ہوں
صفات و کمالات میں ہے وہ یکتا
زمانے کو یوں آشنا کررہا ہوں
وہ قادر، " قدیر ارحم الراحمیں" ہے
میں ذکر اس کا صبح و مسا کررہا ہوں
موذّن، مکبّر میں اس کی صدائیں
ادا "پنجگانہ صدا " کررہا ہوں
نہیں مجھ کو مطلوب مینا و ساغر
جو مطلوب ہے وہ پتا کررہا ہوں
اسی کی محبت کو پانے کی خاطر
میں قلب و نظر کو صفا کررہا ہوں
پڑھو رب کا قرآن لازم ہے تم پر
یہ تلقین میں بارہا کررہا ہوں"مع العسر یسرا" میں رب نے بتایا
پریشانیوں کی دوا کررہا ہوں
علیٰ کل شیء قدیرٌ" کا نغمہ
میں راقم، رقم یہ سدا کررہا ہوں

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایم راقم نقشبندی

پڑھیے درود نعت کی آمد کا نور ہے
رقصِ قلم ہے جاری، ورَق مثلِ طور ہے
ہر لمحہ ان کی نعت کا ہوتا ظہور ہے
سینہ تو اب کہ میرا بمثل بخور ہے
لکھتا ہوں ان کی نعت بڑے ذوق و شوق سے
اِس واسطے حیات میری پُرسرور ہے
سر کو ادب کے ساتھ جھکاؤ اے دوستو!
پڑھنے لگا ہوں اب کہ میں نعتِ حضور ہے
جو صِنفِ نعتِ پاک میں رہتا ہے پیش پیش
اُس کو ہر ایک صِنف میں کامل عبور ہے
جس کا ہو ورد صل علی مصطفی کی نعت
پاتا وہ کامیابی کی منزل ضرور ہے
راقم مرے نصیب میں آئی ہے نعتِ پاک
یوں کہیے مجھ سے رنج و بلا دور دور ہے

فضائل رجب

محمد داؤد الرحمن علی

''رجب''اسلامی قمری سال کا ساتواں مہینہ ہے۔

رجب کا لغوی معنی:۔

''رجب'' یہ ترجیب سے نکلا ہے، جس کا معنی ہے ''تعظیم کرنا''۔(تفسیر ابن کثیر: 7/195،ط:مؤسسة قرطبة)

رجب کی وجہ تسمیہ:۔

رجب کو ''رجب''اسی لیے کہا جاتا ہے کہ عرب کے لوگ اِس مہینے کی تعظیم کرتے تھے اور اِس میں جنگ و جدال کو حرام سمجھتے تھے۔(وین في اخبار قزوین: 1/165،ط:دار الکتب العلمیة)

رجب مضر:۔

احادیث مبارکہ میں اس مہینے کو ''رجب مضر'' کہا گیا ہے۔(صحيح البخاري: رقم الحديث: 4662، صحيح مسلم: رقم الحديث: 4406)

''مضر'' دراصل عرب کے ایک قبیلے کا نام ہے، یہ لوگ رجب کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے، اس لیے ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس مہینے کو ''رجب مضر'' کہا گیا۔(لسان العرب لابن منظور: 1/411، ط: دار صادر)

فضائل رجب:۔

''رجب'' کا مہینہ ان چار مہینوں میں سے ہے، جن کو اللہ تعالی نے "اشہرِ حُرُم" یعنی حرمت والے مہینے قرار دیا ہے۔

سورۃ توبہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) کے مطابق اس دن سے نافذ چلی آتی ہے، جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا، ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔(التوبہ 36)

حضرت ابو بکر کی روایت میں اس طرح آئی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک زمانہ پھر اپنی پہلی اسی ہیئت پر آگیا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ تین تو لگاتار یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور چوتھا رجب مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں پڑتا ہے۔(صحیح البخاري: رقم الحدیث: 4662، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4406)

ابتداءِ رجب میں نبی کریم ﷺ کی دعا:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ''رجب'' کا مہینہ شروع ہوتا، تو آپ ﷺ یوں دعا فرماتے تھے:

أَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ

اے اللہ! ہمارے لیے ماہِ رجب اور شعبان میں برکت عطا فرمایئے اور ہمیں رمضان تک پہنچایئے۔(الطبراني في "معجمہ الأوسط": رقم الحدیث: 3939، 4/189)

علامہ ابن حجر ہیتمیؒ نے ''ماہ رجب'' کے شروع ہونے پر اس دعا کے پڑھنے کو سنت قرار دیا ہے۔(إتحاف أهل الإسلام بخصوصيات الصيام لابن حجر الهيتمي: ص: 109، ط: مكتبة طيبة)

حافظ ابن رجب حنبلیؒ نے ''ماہ رجب'' کے شروع ہونے پر اس دعا کے پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔(لطائف المعارف للحافظ ابن رجب: ص: 234، ط: دار ابن کثیر، بیروت)

رجب میں عبادت کی فضیلت اور برے اعمال کے گناہ کی شدت:۔

مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ نے ''معارف القرآن ''میں لکھا ہے: ''ان بابرکت مہینوں میں جو شخص عبادت کرتا ہے، اس کو دوسرے مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق ہو جاتی ہے، اور جو شخص ان مہینوں میں گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے گا، تو اس کے لیے سال کے باقی مہینے بھی گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے''۔(معارف القرآن: 4/372،ط: ادارۃ المعارف)

رجب میں روزے رکھنا:۔

ماہ رجب اور بقیہ "اشہرِ حُرُم" میں نفلی روزے رکھنا باعث فضیلت ہے:۔

مجیبہ باہلیہ اپنے والد یا چچا سے روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر چلے گئے اور ایک سال بعد دوبارہ آئے، اس مدت میں ان کی حالت و ہیئت بدل گئی تھی، کہنے لگے: اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے پہچانتے نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کون ہو؟'' جواب دیا: میں باہلی ہوں، جو کہ پہلے سال بھی حاضر ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ''تمہیں کیا ہو گیا؟ تمہاری تو اچھی خاصی حالت تھی؟'' جواب دیا: جب سے آپ ﷺ کے پاس سے گیا ہوں، رات کے علاوہ کھایا ہی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے آپ کو تم نے عذاب میں کیوں مبتلا کیا؟'' پھر فرمایا: ''صبر کے مہینہ (رمضان) کے روزے رکھو، اور ہر مہینہ میں ایک روزہ رکھو'' انہوں نے کہا: اور زیادہ کیجئے، کیونکہ میرے اندر طاقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو دن روزہ رکھو''، انہوں نے کہا: اس سے زیادہ کی میرے اندر طاقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین دن کے روزے رکھ لو'' انہوں نے کہا: اور زیادہ کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حرمت والے مہینوں میں روزہ رکھو اور (باقی) چھوڑ دو، حرمت والے مہینوں میں روزہ رکھو اور (باقی) چھوڑ دو، حرمت والے مہینوں میں روزہ رکھو اور (باقی) چھوڑ دو''، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تین انگلیوں سے اشارہ کیا، پہلے بند کیا، پھر چھوڑ دیا۔(سنن ابي داود: رقم الحدیث: 2428)

محدثین کرام نے لکھا ہے کہ تین انگلیوں سے اشارہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ "اشہرِ حُرُم" کے جتنے روزے چاہو رکھو، لیکن تین دن مسلسل رکھنے کے بعد ایک دن یا دو دن چھوڑ دیا کرو۔

بعض محدثین نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ "اشہرِ حُرُم" میں تین دن روزے رکھو اور تین دن چھوڑ دو، پھر تین دن روزے رکھ کر تین دن چھوڑ دو، پھر تین دن روزے رکھ کر تین دن چھوڑ دو اور یہ مطلب زیادہ بہتر ہے۔(عون المعبود: 8/58، ط: دار الکتب العلمیۃ)

رجب کی قربانی:۔

اِسلام سے پہلے عرب رجب کی بہت تعظیم کرتے تھے اور اِس مہینے میں قُربانی بھی کیا کرتے تھے جِسے ''عِتیرۃ'' کہتے تھے، اسلام نے ان کے اِس عقیدے اور عمل کو باطل قرار دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرع (کی رسم) اور عتیرہ (کی رسم) کوئی چیز نہیں ہے اور فرع اونٹنی کے سب سے پہلے بچے کو کہتے ہیں، جسے (مشرکین) اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور عتیرہ رجب میں ہوا کرتا تھا۔(بخاری، حدیث نمبر: 5473)

رجب کی مخصوص نماز:۔

رجب کی پہلی جمعرات کی رات، یا جمعہ کی رات، یا درمیانی رات، یا آخری رات میں خاص مقرر شدہ طریقے سے نماز پڑھی جاتی ہے، جس کو ''صلاۃ الرغائب'' کہا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ اس نفل نماز کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اور اس بارے میں جو احادیث بیان کی جاتی ہیں، وہ سب موضوع (من گھڑت) ہیں، فقہائے کرام نے اسے بدعت قرار دیا ہے۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اور اس مسئلہ میں علامہ نور الدین المقدسی رحمہ اللہ کی "ردع الراغب عن صلاۃ الرغائب" کے نام سے ایک بہترین تصنیف ہے، جس میں انہوں نے مذاہب اربعہ کے متقدمین اور متاخرین علماء کرام کے کلام کو جمع کیا ہے۔(رد المحتار: 2/26، ط: دار الفکر)

علامہ ابن رجب حنبلیؒ نے اس نماز کے بارے میں لکھا ہے کہ: جمہور علماء کے نزدیک یہ نماز بدعت ہے اور متقدمین تو اس نماز کو جانتے نہ تھے، کیونکہ یہ چار صدیوں کے بعد ظاہر ہوئی۔(لطائف المعارف لابن رجب الحنبلي: ص: 228، ط: دار ابن کثیر)

علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس نماز کے بارے میں لکھا ہے کہ :"اللہ تعالی اس کے گھڑنے اور ایجاد کرنے والے کو تباہ و برباد کرے، کیونکہ یہ منکرات اور ان بدعات میں سے ہے، جو گمراہی اور جھالت ہیں، اور اس میں کئی ایک ظاہر منکرات پائی جاتی ہیں۔(شرح النووي على صحيح المسلم:8/20،ط:مؤسسة قرطبة)

زکوۃ ادا کرنے کے لیے رجب کے مہینے کو خاص کرنا:۔

بعض علاقوں میں زکوۃ ادا کرنے کے لیے رجب کے مہینے کو خاص کیا جاتا ہے اور اس مہینے میں زکوۃ نکالتے ہیں، حالانکہ شرعاً زکوۃ کے واجب ہونے کا تعلق ''رجب'' کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ زکوۃ اس وقت واجب ہوتی ہے، جب نصاب کے بقدر مال پر ایک سال مکمل ہو جائے، اور سال پورا ہو جائے تو زکوۃ ادا کرنا واجب ہے خواہ مہینہ کوئی بھی ہو۔

علامہ ابن رجب حنبلیؒ لکھتے ہیں کہ سنت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ ہی سلف میں معروف ہے۔(لطائف المعارف لابن رجب الحنبلي:ص:231،ط:دار ابن كثير)

رجب کی روٹی:

تبارک کی روٹیاں: ماہ رجب میں کچھ لوگ جمعہ کے دن میٹھی روٹیاں بناتے ہیں اور ان پر اکتالیس مرتبہ سورۃ الملک پڑھواتے ہیں، اس کو میت کی جانب سے صدقہ و خیرات کا نام دیا جاتا ہے، اس رسم کو ثواب اور متبرک سمجھ کر کرنا جہالت ہے۔ سورۃ الملک پڑھنا بذات خود ثواب کا کام ہے، لیکن کسی خاص دن میں اس کا اس طرح اہتمام ثابت نہیں ہے۔(فتاویٰ رشیدیۃ: ص:78، فتاویٰ محمودیۃ:3/282،ط:ادارۃ الفاروق)

رجب کے کونڈے:۔

ماہ رجب میں ایک رسم ''کونڈوں'' کے نام سے مشہور ہے، جو ۲۲ رجب کو میٹھی چیز تقسیم کر کے منائی جاتی ہے اور مختلف گھڑی ہوئی داستانوں اور واقعات کو بنیاد بنا کر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی پیدائش کا دِن ہے، لہذا اُن کی پیدائش کی خوشی میں یہ جشن کیا جاتا ہے، اور اِسے ''رجب کے کونڈے، یا امام جعفر کے کونڈے'' کا نام دِیا جاتا ہے۔

کونڈوں کی ایجاد کب ہوئی؟

کونڈوں کی رسم سب سے پہلے ہندوستان میں ۱۹۰۶ء میں شروع ہوئی۔

پیر جماعت علی شاہ کے ایک مرید خاص مصطفیٰ علی خاں نے اپنے کتابچے ''جواہر المناقب ''میں حامد حسن قادری کا بیان درج کیا ہے ''۲۲رجب کی پوریوں والی کہانی اور نیاز سب سے پہلے ۱۹۰۶ء میں رامپور میں اُمیر مینائی لکھنوئی کے خاندان میں نکلی۔

مولوی مظہر علی سندیلوی اپنے ۱۹۱۱ء کے ایک روزنامچے میں کونڈوں کی رسم کی ابتداء پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

''آج (میں ۱۹۱۱) مجھے ایک نئی رسم دریافت ہوئی، جو پہلے میری سماعت میں نہیں آئی تھی، اور وہ رسم یہ ہے کہ ۲۱رجب کو بوقتِ شام میدہ شکر، گھی اور دودھ ملا کر ٹکیاں پکائی جاتی ہیں اور اُن پر امام جعفر صادق کا فاتحہ ہوتا ہے اور ۲۲رجب کی صبح کو عزیز و اُقارب کو گھر بلا کر کھلائی جاتی ہیں۔ ٹکیاں باہر نہیں نکلنے پاتیں۔ جہاں تک مجھے علم ہوا ہے اِسکا رواج ہر مقام پر ہوتا ہے، میری یاد میں کبھی اِسکا تذکرہ سماعت میں نہیں آیا، اور اب یہ فاتحہ ہر ایک گھر میں بڑی عقیدت مندی سے ہوا کرتا ہے اور یہ رسم برابر بڑھتی جارہی ہے''۔(کونڈوں کی حقیقت از مولانا محمود الحسن بدیوانی: ص:27،ط:مکتبہ اہلحدیث)

کونڈوں کی مروج رسم دشمنانِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی ایجاد ہے:۔

۲۲رجب ۶۰ھ کو صحابیِ رسول، کاتب وحی حضرت امیر معاویہ نے اسلام اور مسلمانوں کی پچاس سال تک خدمت کرنے کے بعد وفات پائی تھی، تو دشمنانِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں ۲۲رجب کو یہ رسم شروع کی، لیکن جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی تو اس وقت شیعہ مسلمانوں سے مغلوب وخائف تھے، اس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی اعلانیہ تقسیم نہ کی جائے اور راز پر پردہ ڈالنے کے لیے اس کو ایک روایت گھڑ کر حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا، حالانکہ ۲۲رجب کو حضرت جعفر صادق سے کوئی تعلق نہیں ہے، نہ اِس میں اُن کی ولادت ہوئی نہ وفات۔ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی ولادت ۸رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ کی ہے اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔(سات مسائل از مفتي رشید احمد لدھیانوي: ص:3،ط:دارالافتاء والارشاد کراتشی)

کونڈوں کی رسم کی شرعی حیثیت:۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہلِ سنت والجماعت میں محض بے اصل، خلافِ شرع اور بدعتِ ممنوعہ ہے۔(فتاویٰ محمودیۃ: 3/281،ط:ادارۃ الفاروق)

مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ کونڈوں کی رسم ایک ایسی ایجاد ہے، جس کے لیے شریعت مقدسہ میں کوئی دلیل نہیں ہے، لہذا اسے ترک کردینا ضروری ہے۔(کفایت المفتي: 2/315،ط:ادارۃ الفاروق)

ستائیس رجب کا ہزاری روزہ:۔

بعض لوگ ستائیس رجب کے روزے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں اور اسے بڑی فضیلت والا خیال کرتے ہیں حتی کہ اس بارے میں یہ مشہور ہے کہ اس ایک دن کے روزے کا اجر ایک ہزار روزے کے اجر کے برابر ہے، جس کی بنا پر اسے ''ہزاری روزے'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اس بارے میں واضح رہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور پہلے تفصیلاً بیان کیا جاچکا ہے کہ رجب کے روزوں سے متعلق جتنی روایات بیان کی جاتی ہیں، وہ تمام روایات ضعیف یا سخت ضعیف یا منکر اور موضوع (من گھڑت) ہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس کو عام لوگ ''مریم روزہ کا چاند'' کہتے ہیں، اور اس کی ستائیس تاریخ میں روزہ رکھنے کو اچھا سمجھتے ہیں کہ ایک روزہ میں ہزار روزوں کا ثواب ملتا ہے، شرع میں اس کی کوئی قوی اصل نہیں، اگر نفل روزہ رکھنے کو دل چاہے، اختیار ہے، خدا تعالیٰ جتنا چاہیں ثواب دیدیں، اپنی طرف سے ہزار یا لاکھ مقرر نہ سمجھے، بعضی جگہ اس مہینے میں ''تبارک کی روٹیاں'' پکتی ہیں، یہ بھی گھڑی ہوئی بات ہے، شرع میں اس کا کوئی حکم نہیں، نہ اس پر کوئی ثواب کا وعدہ ہے، اس واسطے ایسے کام کو دین کی بات سمجھنا گناہ ہے۔'' (بہشتی زیور ص: ۲۹۶، ط: توصیف پبلی کیشنز، کراچی)

شب معراج:۔

رجب کی ۲۷ تاریخ کو شب معراج منائی جاتی ہے۔ دن کو روزہ اور رات کو قیام کیا جاتا ہے۔ محافل نعت اور مختلف دینی مجالس منعقد کی جاتی ہیں اور مساجد میں چراغاں وغیرہ کیا جاتا ہے اور اِن تمام اُمور کو اِس بنیاد پر سرانجام دیا جاتا ہے کہ ستائیس رجب کی رات جناب رسول اللہ ﷺ کو سفرِ معراج کروایا گیا۔

اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ قابل ذکر ہے کہ شبِ معراج کی کسی قسم کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہے:

جناب رسول اللہ ﷺ کا ''سفرِ معراج اور اسراء'' بالکل برحق ہے، اس کے انکار کی قطعاً گنجائش نہیں اور معراج کی رات آپ ﷺ کو آسمانوں پر بُلا کر بہت بڑا شرف بخشا گیا، لیکن امت کے لیے اس بارے میں کسی قسم کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ شبِ قدر اور شبِ معراج ان دونوں راتوں میں سے کون سی رات افضل ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی اکرم ﷺ کے حق میں ''لیلۃ المعراج'' افضل ہے اور امت کے حق میں ''لیلۃ القدر''، اس لیے کہ اِس رات میں جن انعامات سے نبی اکرم ﷺ کو مختص کیا گیا، وہ ان (انعامات) سے کہیں بڑھ کر ہیں، جو (انعامات آپ ﷺ کو)

شبِ قدر میں نصیب ہوئے،اور امت کو جو حصہ (انعامات)شبِ قدر میں نصیب ہوا،وہ اس سے کامل ہے جو(امت کو شبِ معراج میں)حاصل ہوا،اگرچہ امتیوں کے لیے شبِ معراج میں بھی بہت بڑااعزاز ہے؛لیکن اصل فضل اور شرف اُس ہستی کے لیے ہے جِس کو معراج کروائی گئی۔(مجموع الفتاویٰ:26/286،ط:مجمع الملک فھد لطباعۃ المصحف الشریف)

شبِ معراج کی تعیین میں اختلاف ہے:۔

آپ ﷺ کو سفرِ معراج کب کروایا گیا؟اِس بارے میں تاریخ،مہینے؛بلکہ سال میں بھی بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے،اس بارے میں(یعنی جِس سال میں معراج کروائی گئی)عموماً دس اقوال ملتے ہیں اوران اقوال میں سے سب سے زیادہ مشہور قول جس کو ترجیح دی گئی ہے وہ ہجرت سے ایک سال قبل کا ہے۔(فتح الباري لابن الحجر العسقلاني:7/203،ط:دار المعرفۃ)

اسی طرح مہینے کی تعیین میں بھی اختلاف ہے کہ واقعہِ معراج کس مہینے میں پیش آیا،ربیع الاول،ربیع الاخر،رجب،رمضان یاشوال ،یہ پانچ اقوال ملتے ہیں۔(شرح الزرقاني علي المواهب اللدنية:2/80،ط:دار الکتب العلمیۃ)

اسی طرح شبِ معراج کس تاریخ اور کس رات میں ہوئی؟اس میں بھی اختلاف ہے۔(کذا في ہادي عالم از سید فضل الرحمن:1/317،ط:زوار اکیدمی)

ماہ رجب کی محض اتنی ہی فضیلت ثابت ہے کہ یہ ایک حرمت والا مہینہ ہے،اس لئے اس کے احترام کا تقاضا ہے کہ اس میں خصوصی طور پر گناہوں سے بچنے اور عبادات بجالانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ پاک ہمیں اس ماہ مبارک کی برکات سے استفادہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

رحمتوں اور برکتوں کا موسم بہار
رجب شعبان اور رمضان
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ یہ دُعا مانگتے:
اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ
"اے اللہ! رجب اور شعبان میں ہم پر برکت نازل فرما اور ہمیں رمضان کا مہینہ نصیب فرما۔"
[أحمد 2346، البزار 6496، المعجم الأوسط للطبراني 3939، عمل اليوم والليلة لابن السني:659، شعب الإيمان:3815]

معراج النبی ﷺ

مفتی محمد نجیب قاسمی سنبھلی

اسلامی سال کا ساتواں مہینہ رجب المرجب ہے۔ رجب اُن چار مہینوں میں سے ایک ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینے قرار دیا ہے:

"اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہیں، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ ہیں جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے ہیں۔" (التوبہ: ۳۶)

ان چار مہینوں کی تحدید قرآن کریم میں نہیں ہے، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب۔ معلوم ہوا کہ حدیثِ نبوی کے بغیر قرآن کریم نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔ ان چار مہینوں کو اشہرِ حرم (حرمت والے مہینے) اس لیے کہتے ہیں کہ ان میں ہر ایسے کام جو فتنہ وفساد، قتل وغارت گری اور امن وسکون کی خرابی کا باعث ہو، سے منع فرمایا گیا ہے، اگرچہ لڑائی جھگڑا سال کے دیگر مہینوں میں بھی حرام ہے، مگر اِن چار مہینوں میں لڑائی جھگڑا کرنے سے خاص طور پر منع کیا گیا ہے۔ ان چار مہینوں کی حرمت وعظمت پہلی شریعتوں میں بھی مسلم رہی ہے، حتیٰ کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی ان چار مہینوں کا احترام کیا جاتا تھا۔

رجب کا مہینہ شروع ہونے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء مانگا کرتے تھے:

''اَللّٰہُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ۔'' (مسند احمد، بزار، طبرانی، بیہقی)

''اے اللہ! رجب اور شعبان کے مہینوں میں ہمیں برکت عطا فرما اور ماہِ رمضان تک ہمیں پہنچا۔''

لہٰذا ماہِ رجب کے شروع ہونے پر ہم یہ دعاء یا اس مفہوم پر مشتمل دعاء مانگ سکتے ہیں۔ اس دعاء سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک رمضان کی کتنی اہمیت تھی کہ ماہِ رمضان کی عبادت کو حاصل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان سے دو ماہ قبل دعاؤں کا سلسلہ شروع فرما دیتے تھے۔ ماہِ رجب کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے برکت حاصل ہوئی، جس سے ماہِ رجب کا کسی حد تک مبارک ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ماہِ رجب میں کسی خاص نماز پڑھنے کا یا کسی معین دن کے روزے رکھنے کی خاص فضیلت کا کوئی ثبوت احادیثِ صحیحہ سے نہیں ملتا ہے۔ نماز و روزہ کے اعتبار سے یہ مہینہ دیگر مہینوں کی طرح ہی ہے۔ البتہ رمضان کے پورے ماہ کے روزے رکھنا ہر بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہیں اور ماہِ شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کی ترغیب احادیث میں موجود ہے۔ ماہِ رجب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمرہ ادا کیا یا نہیں؟ اس بارے میں علماء و مؤرخین کی آراء مختلف ہیں۔ البتہ دیگر مہینوں کی طرح ماہِ رجب میں بھی عمرہ ادا کیا جا سکتا ہے۔ اسلاف سے بھی اس ماہ میں عمرہ ادا کرنے کے ثبوت ملتے ہیں، البتہ رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ میں عمرہ ادا کرنے کی کوئی خاص فضیلت احادیث میں موجود نہیں ہے۔

واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس واقعہ کی تاریخ اور سال کے متعلق، مؤرخین اور اہل سیر کی آراء مختلف ہیں، ان میں سے ایک رائے یہ ہے کہ نبوت کے بارہویں سال ۲۷ رجب کو ۵۱ سال ۵ مہینہ کی عمر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی، جیسا کہ علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''مہرِ نبوت'' میں تحریر فرمایا ہے۔ اِسراء کے معنی رات کو لے جانے کے ہیں۔ مسجدِ حرام (مکہ مکرمہ) سے مسجدِ اقصیٰ کا سفر جس کا تذکرہ سورۂ بنی اسرائیل **''سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰی''** میں کیا گیا ہے، اس کو اِسراء کہتے ہیں۔ اور یہاں سے جو سفر آسمانوں کی طرف ہوا اس کا نام معراج ہے۔ ''معراج'' عروج سے نکلا ہے جس کے معنی چڑھنے کے ہیں۔ حدیث میں ''عُرِجَ بِیْ'' یعنی ''مجھ کو اوپر چڑھایا گیا'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس لیے اس سفر کا نام معراج ہو گیا۔ اس مقدس واقعہ کو اِسراء اور معراج دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ کا ذکر سورۂ نجم کی آیات میں بھی ہے:

''پھر وہ قریب آیا اور جھک پڑا، یہاں تک کہ وہ دو کمانوں کے فاصلے کے برابر قریب آگیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک، اس طرح اللہ کو اپنے بندے پر جو وحی نازل فرمانی تھی، وہ نازل فرمائی۔''

سورۃ النجم کی آیات ۱۸-۱۳ میں وضاحت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس موقع پر) بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں:

''اور حقیقت یہ ہے انہوں نے اس (فرشتے) کو ایک اور مرتبہ دیکھا ہے۔ اس بیر کے درخت کے پاس جس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے، اسی کے پاس جنت المأویٰ ہے، اس وقت اس بیر کے درخت پر وہ چیزیں چھائی ہوئی تھیں جو بھی اس پر چھائی ہوئی تھیں۔ (نبی کی) آنکھ نہ تو چکرائی اور نہ حد سے آگے بڑھی، سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بہت کچھ دیکھا ہے۔''

اور یہ واقعہ احادیثِ متواترہ سے بھی ثابت ہے، یعنی صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی ایک بڑی تعداد سے معراج کے واقعہ سے متعلق احادیث مروی ہیں۔

انسانی تاریخ کا سب سے لمبا سفر

قرآن کریم اور احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے کہ اسراء و معراج کا تمام سفر صرف روحانی نہیں، بلکہ جسمانی تھا، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سفر کوئی خواب نہیں تھا، بلکہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا۔ یہ ایک معجزہ تھا کہ مختلف مراحل سے گزر کر اتنا بڑا سفر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے صرف رات کے ایک حصہ میں مکمل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جو اس پوری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے لیے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے، کیونکہ وہ تو قادرِ مطلق ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے تو ارادہ کرنے پر چیز کا وجود ہو جاتا ہے۔ معراج کا واقعہ پوری انسانی تاریخ کا ایک ایسا عظیم، مبارک اور بے نظیر معجزہ ہے جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ خالقِ کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دے کر اپنا مہمان بنانے کا وہ شرفِ عظیم عطا فرمایا، جو نہ کسی انسان کو کبھی حاصل ہوا ہے اور نہ کسی مقرّب ترین فرشتے کو۔

واقعۂ معراج کا مقصد

واقعۂ معراج کے مقاصد میں جو سب سے مختصر اور عظیم بات قرآن کریم کی سورۂ بنی اسرائیل میں ذکر کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ ہم (اللہ تعالیٰ) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلائیں۔ اس کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اپنے حبیب

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عظیم الشان مقام و مرتبہ دینا ہے جو کسی بھی بشر حتیٰ کہ کسی مقرب ترین فرشتہ کو نہیں ملا ہے اور نہ ملے گا۔ نیز اس کے مقاصد میں اُمتِ مسلمہ کو یہ پیغام دینا ہے کہ نماز ایسا مہتم بالشان عمل اور عظیم عبادت ہے کہ اس کی فرضیت کا اعلان زمین پر نہیں، بلکہ ساتوں آسمانوں کے اوپر بلند و اعلیٰ مقام پر معراج کی رات میں ہوا۔ نیز اس کا حکم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرضیتِ نماز کا تحفہ بذاتِ خود اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ نماز اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے اور اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو مانگنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

واقعۂ معراج کی مختصر تفصیل

اس واقعہ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کا طشت لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے پُر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ چاک کیا گیا، پھر اُسے زمزم کے پانی سے دھویا گیا، پھر اُسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا اور پھر بجلی کی رفتار سے زیادہ تیز چلنے والی ایک سواری یعنی براق لایا گیا جو لمبا سفید رنگ کا چوپایا تھا، اس کا قد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا، وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نظر پڑتی تھی۔ اس پر سوار کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس لے جایا گیا اور وہاں تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی، پھر آسمانوں کی طرف لے جایا گیا۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام، دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد ''البیت المعمور'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا گیا، جہاں روزانہ ستر ہزار فرشتے اللہ کی عبادت کے لیے داخل ہوتے ہیں، جو دوبارہ اس میں لوٹ کر نہیں آتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس کے پتے اتنے بڑے ہیں جیسے ہاتھی کے کان ہوں اور اس کے پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے مٹکے ہوں۔ جب سدرۃ المنتہیٰ کو اللہ کے حکم سے ڈھانکنے والی چیزوں نے ڈھانک لیا تو اس کا حال بدل گیا، اللہ کی کسی بھی مخلوق میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کے حسن کو بیان کر سکے۔ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں چار نہریں نظر آئیں: دو باطنی نہریں اور دو ظاہری نہریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ باطنی دو نہریں جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری دو نہریں فرات اور نیل ہیں (فرات عراق میں اور نیل مصر میں ہے)۔

نماز کی فرضیت

اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی وحی فرمائی جن کی وحی اس وقت فرمانا تھااور پچاس نمازیں فرض کیں۔ واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم چندمرتبہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوئےاور نماز کی تخفیف کی درخواست کی۔ ہر مرتبہ پانچ نمازیں معاف کردی گئیں، یہاں تک کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر بھی مزید تخفیف کی بات کہی، لیکن اس کے بعد حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاکہ مجھے اس سے زیادہ تخفیف کا سوال کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہےاور میں اللہ کے اس حکم کو تسلیم کرتاہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ندادی گئی: میرے پاس بات بدلی نہیں جاتی ہے، یعنی میں نے اپنے فرئضہ کا حکم باقی رکھااوراپنے بندوں سے تخفیف کردی اور میں ایک نیکی کا بدلہ دس بناکر دیتاہوں۔ غرضیکہ ادا کرنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہی ہیں۔

معراج کے موقع پر حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین انعام

اس موقع پر حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین انعام دیئے گئے:

۱:- حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کواللہ تعالیٰ سے انسان کا رشتہ جوڑنے کاسب سے اہم ذریعہ یعنی نماز کی فرضیت کاتحفہ ملااور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کااپنی اُمت کی فکراور اللہ کے فضل وکرم کی وجہ سے پانچ نمازوں کی ادائیگی پر پچاس نمازوں کا ثواب دیا جائے گا۔

۲:- سورۃالبقرہ کی آخری آیت **''آمَنَ الرَّسُولُ''** سے لے کرآخر تک عنایت فرمائی گئی۔

۳:- اس قانون کااعلان کیاگیاکہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے شرک کے علاوہ تمام گناہوں کی معافی ممکن ہے، یعنی کبیرہ گناہوں کی وجہ سے ہمیشہ عذاب میں نہیں رہیں گے، بلکہ توبہ سے معاف ہوجائیں گے یاعذاب بھگت کر چھٹکارامل جائے گا، البتہ کافراور مشرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

معراج میں دیدارِالٰہی

زمانۂ قدیم سے اختلاف چلاآرہاہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں دیدارِ خداوندی سے مشرف ہوئے یانہیں؟اوراگررؤیت ہوئی تووہ رؤیت بصری تھی یارؤیت قلبی تھی؟البتہ ہمارے لیے اتنامان لینا ان شاءاللہ! کافی ہے کہ یہ واقعہ

برحق ہے، یہ واقعہ رات کے صرف ایک حصہ میں ہوا، نیز بیداری کی حالت میں ہوا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک بڑا معجزہ ہے۔

قریش کی تکذیب اور ان پر حجت قائم ہونا

رات کے صرف ایک حصہ میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس جانا، انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت میں وہاں نماز پڑھنا، پھر وہاں سے آسمانوں تک تشریف لے جانا، انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات اور پھر اللہ جل شانہٗ کی دربار میں حاضری، جنت ودوزخ کو دیکھنا، مکہ مکرمہ تک واپس آنا اور واپسی پر قریش کے ایک تجارتی قافلہ سے ملاقات ہونا جو ملک شام سے واپس آرہا تھا، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو معراج کا واقعہ بیان کیا تو قریش تعجب کرنے لگے اور جھٹلانے لگے اور حضرت ابو بکر صدیقq کے پاس گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ: اگر انہوں نے یہ بات کہی ہے تو سچ فرمایا ہے۔ اس پر قریش کے لوگ کہنے لگے کہ: کیا تم اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ: میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب باتوں کی تصدیق کرتا ہوں اور وہ یہ کہ آسمانوں سے آپ کے پاس خبر آتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب صدیق پڑ گیا۔ اس کے بعد جب قریشِ مکہ کی جانب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے احوال دریافت کیے گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیت المقدس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روشن فرمادیا، اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم میں تشریف فرما تھے۔ قریشِ مکہ سوال کرتے جارہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے جارہے تھے۔

سفرِ معراج کے بعض مشاہدات

اس اہم وعظیم سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت ودوزخ کے مشاہدہ کے ساتھ مختلف گناہگاروں کے احوال بھی دکھائے گئے جن میں سے بعض گناہگاروں کے احوال اس جذبہ سے تحریر کررہا ہوں کہ ان گناہوں سے ہم خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچنے کی ترغیب دیں۔

کچھ لوگ اپنے سینوں کو ناخنوں سے چھیل رہے تھے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ: وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں) اور ان کی بے آبروئی کرنے میں پڑے رہتے ہیں۔ (ابوداود)

سود خوروں کی بدحالی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر بھی گزرا جن کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے جیسے (انسانوں کے رہنے کے) گھر ہوتے ہیں، ان میں سانپ تھے جو باہر سے ان کے پیٹوں میں نظر آرہے تھے۔ میں نے کہا کہ: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ سود کھانے والے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

کچھ لوگوں کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے، کچل جانے کے بعد پھر ویسے ہی ہو جاتے تھے جیسے پہلے تھے۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری تھا، ختم نہیں ہو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ: یہ لوگ نماز میں کاہلی کرنے والے ہیں۔ (انوار السراج فی ذکر الاسراء والمعراج، شیخ مفتی عاشق الٰہیؒ)

زکاۃ نہ دینے والوں کی بدحالی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کی شرمگاہوں پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں اور اونٹ و بیل کی طرح چرتے ہیں اور کانٹے دار و خبیث درخت اور جہنم کے پتھر کھا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ہیں۔ (انوار السراج فی ذکر الاسراء والمعراج، شیخ مفتی عاشق الٰہیؒ)

سڑا ہوا گوشت کھانے والے لوگ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت ہے اور ایک ہانڈی میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے، یہ لوگ سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب عورت موجود ہے، مگر وہ زانیہ اور فاحشہ عورت کے ساتھ شب باشی کرتے ہیں اور صبح تک اسی کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ عورتیں ہیں جو

حلال اور طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار شخص کے ساتھ رات گزارتی ہیں۔(انوار السراج فی ذکر الاسراء والمعراج، شیخ مفتی عاشق الٰہیؒ)

سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے؟

احادیث میں ''سدرۃ المنتہیٰ''اور ''السدرۃ المنتہیٰ'' دونوں طرح استعمال ہوا ہے۔قرآن کریم میں ''سدرۃ المنتہیٰ'' استعمال ہوا ہے۔''سدرۃ'' کے معنی بیر کے ہیں اور ''منتہیٰ'' کے معنی انتہا ہونے کی جگہ کے ہیں۔اس درخت کا یہ نام رکھنے کی وجہ صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :اوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ اسی پر منتہی ہو جاتے ہیں اور جو بندوں کے اعمال نیچے سے اوپر جاتے ہیں وہ وہاں پر ٹھہر جاتے ہیں،یعنی آنے والے احکام پہلے وہاں آتے ہیں،پھر وہاں سے نازل ہوتے ہیں اور نیچے سے جانے والے جو اعمال ہیں وہ وہاں ٹھہر جاتے ہیں،پھر اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔

وضاحت

واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کوئی خاص عبادت ہر سال ہمارے لیے مسنون یا ضروری نہیں ہے۔ تاریخ کے اس بے مثال واقعہ کو بیان کرنے کا اہم مقصد یہ ہے کہ ہم اس عظیم الشان واقعہ کی کسی حد تک تفصیلات سے واقف ہوں اور ہم اُن گناہوں سے بچیں جن کے ارتکاب کرنے والوں کا برا انجام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پھر اُمت کو بیان فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرما اور دونوں جہاں کی کامیابی و کامرانی عطا فرما۔آمین

معراج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غم کا مداوی اور مرتبے کی بلندی

مولانا حفیظ الرحمن اعظمی مدنی

دلائل نبوت

رسالت محمدی برحق ہے، اس پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، جس کو باری تعالیٰ نے بہت ہی عظیم الشان طریقے پر ذکر فرمایا ہے، **وَمَا يَنطق عن الهوىٰ انْ ہُوَ الاَّ وحی یوحیٰ** اور دوسری جگہ ارشاد ہے **ما آتاکم الرّسولُ فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا واتقو اللہ** ، چنانچہ سیرت کے بہت سے واقعات سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی دلیلیں بھی ہیں، اور آپ کے معجزات میں سے بھی ہیں، جیسے معجزہ شق القمر، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا وغیرہ۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی معراج یعنی رات کے چند لمحات کے اندر ساتوں آسمان کا سفر کر کے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس تشریف لیجانا، باری تعالیٰ سے ہم کلام ہونا، بار بار کی تخفیف کے بعد امت کیلئے پانچ وقت کی نماز کا تحفہ لے کر چند لمحات میں بیت ام ہانی کے اندر واپس تشریف لانا، ارشاد باری ہے، **سُبْحٰنَ الذیْ أَسْرٰی بعَبْدہ لَیْلاً مّنَ المسْجد الحرام الی المسجد الأقصیٰ o الذی بارکنا حولہ لِنریہ من آیاتنا انّہ ہُو السمیع البصیر (سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۱-۲)**

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے ایک قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا، (جس سے اصل مقصود یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کرائیں اور وہاں کی) خاص خاص نشانیاں آپ کو دکھلائیں (جن کا کچھ ذکر سورۃ النجم میں فرمایا ہے کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے اور وہاں جنت و جہنم اور دیگر عجائباتِ قدرت کا مشاہدہ فرمایا) تحقیق کہ اصل سننے والا اور اصل دیکھنے والا حق تعالیٰ ہے۔ (وہی جس کو چاہتا ہے اپنی قدرت کے نشانات دکھلاتا ہے اور پھر وہ بندہ اللہ کی تبصیر سے دیکھتا ہے اور اللہ کے اسماع سے سنتا ہے۔

تبلیغ و دعوت اور رنج و غم کے لمحات

نبوت ملنے کے بعد حکم ہوا۔

"یا أیہا الرسول بلغ ما أنزل الیکَ من ربکَ وان لم تفْعَل فما بلغت رسالتہ" (المائدہ)

ترجمہ: اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ وہ (پیغام لوگوں تک) پہنچا دیجئے جو آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا، اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا تو (گویا کہ) آپ نے اپنے رب کا پیغام لوگوں تک نہیں پہنچایا۔

چنانچہ بعثت کے بعد تین سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طریقہ پر دین اسلام کی تبلیغ کرتے رہے، اور لوگ آہستہ آہستہ اسلام میں داخل ہوتے رہے، تین سال کے بعد یہ حکم نازل ہوا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشرکین (سورہ الحجر)

ترجمہ: جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، اس کا صاف صاف اعلان کر دیجئے، اور مشرکین کی پروانہ کیجئے۔

چنانچہ کوہ صفا پر چڑھ کر آپ نے احکام الٰہی کو لوگوں تک پہنچایا، اور اعلانیہ دعوت کا کام شروع کر دیا، اِدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کا کام شروع کیا، اور اُدھر مکہ کے قریش و مشرکین کی ریشہ دوانیوں، منصوبہ بندیوں اور ایذاء رسانیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا مسجد حرام اور خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کے لئے جاتے تو طرح طرح کی کلفتوں اور مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ کبھی کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر پھینکتا، کبھی آوازیں کستا، اور تمسخر و مذاق اڑاتا، اسی طرح راستے میں کبھی آپ کے سر پر اوپر سے کوڑا کرکٹ ڈال دیا جاتا، کبھی اوجھڑی پھینک دی جاتی، اور آپ کیلئے تبلیغ کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کی جاتیں۔ یہ سارے حالات ذہنی کلفت و اذیت کا سبب بھی تھے، اور جسمانی مشقت و پریشانی کا باعث بھی۔ وہ بھی کس مپرسی افلاس اور کم مائیگی کے عالم میں، لیکن پھر بھی آپ کی تسلی اور دل کی مضبوطی و اطمینان کیلئے دو سہارے موجود تھے، اول یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ سال کی عمر کے وقت آپ کے دادا عبد المطلب کا انتقال ہوا، آخری وقت میں انھوں نے آپ کے چچا ابو طالب کو آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور پرورش کیلئے وصیت کی، پھر باپ سے بڑھ کر انھوں نے شفقت و ہمدردی اور تربیت کا حق ادا کیا اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جو غار حرا سے واپسی اور نبوت ملنے کے بعد سب سے پہلے آپ پر ایمان لائیں، اور زندگی بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سہارا اور قلبی راحت و سکون کا سبب بنی رہیں کہ ساری اذیتوں اور پرخاش ماحول کے بعد جب گھر تشریف لاتے تو آپ کے دل کو قرار اور چین و سکون نصیب ہو جاتا۔

لیکن مرتبے کی بلندی مصائب وابتلاء سے گھری ہوئی رہتی ہے، چنانچہ ۱۰/ نبوی عام الحزن والملال کے نام مشہور ہوا، کہ چند دن کے اندر دو دو سہارے آپ کی زندگی سے ختم ہو گئے۔ شعب ابی طالب سے نکلنے کے چند ہی روز بعد ماہ رمضان یا شوال ۱۰ نبوی میں ابو طالب کا انتقال ہوا، پھر تین یا پانچ دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا۔

سفر طائف سلسلۂ مشقت کی ایک کڑی

ابو طالب کے بعد آپ کا کوئی حامی و مددگار نہ رہا اور حضرت خدیجہ کے رخصت ہو جانے سے کوئی تسلی دینے والا غمگسار نہ رہا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کی چیرہ دستیوں سے مجبور ہو کر اخیر شوال ۱۰ نبوی میں دعوت کے لئے طائف کا قصد فرمایا کہ شاید یہ لوگ اللہ کی ہدایت کو قبول کریں، اور اس کے دین کے حامی و مددگار ہوں، زید بن حارثہ کو ہمراہ لے کر طائف تشریف لے گئے۔ (سیرت مصطفی، جلد: ۱، ص: ۲۷۴)

پھر طائف میں کیا کچھ ہوا اور وہاں کے شریر بچوں نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور کس طرح زدوکوب کے ساتھ آپ کو خون میں لت پت کیا اس کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کافی ہے۔

"حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار عرض کیا یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُحد سے بھی زیادہ سخت دن گذرا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری قوم سے جو تکلیفیں پہنچیں سو پہنچیں، لیکن سب سے زیادہ سخت دن وہ گذرا کہ جس دن میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل کے بیٹے پر پیش کیا، اس نے میری بات کو قبول نہیں کیا، میں وہاں سے غمگیں ورنجیدہ واپس ہوا۔"

(ملخص از ترجمہ فتح الباری، ج: ۶، ص: ۲۲۵)

کفار مکہ کی ستم ظریفی

اور یہ تو سفر کی مختصر سی مدت تھی اگرچہ کلفت و مشقت اور رنج و غم کے اعتبار سے پوری زندگی کے اوقات میں سب سے دشوار معلوم ہوئی، اس کے علاوہ مکہ معظمہ کے قیام میں بھی کیا کم مصائب اور اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا، دونوں میں فرق کیلئے بس اتنا ہی

کہاجاسکتاہے کہ ایک مرحلہ سانپ کے کاٹنے کی طرح ہے کہ جس سے اچانک انسان جاں بحق ہو جاتاہے،اور دوسرا بچھو کے ڈنک مارنے کی طرح ہے جس کا زہر لہریں مارتا رہتاہے۔ چنانچہ ابن ہشام اپنے ماخذ سیرت میں رقمطراز ہیں:

قال ابن اسحاق : ومرّ رسول الله صلى الله عليه وسلم ـ فيما بلغنى ـ بالوليد بن المغيرة وأمية بن خلف، وبأبى جهل ابن هشام فهمزوه واستهزووا به فغاظه ذلك فأنزل الله تعالىٰ عليه فى ذلك من أمرهم "ولقد اسْتهزئَ برسل من قبلكَ فحاق بالذين سخروا منهم ما كانوا به يستهزؤن" (سيرة ابن هشام، ج:١، ص: ٣٩٥)

ابن اسحاق نے فرمایا: جہاں تک مجھے خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ولید بن المغیرہ،امیہ بن خلف اور ابو جہل ابن ہشام پر ہوا،تو ان لوگوں نے آپ پر طعن و تشنیع کیا،اور آپ کا مذاق اڑایا،تو اس کی وجہ سے آپ غصہ ہوئے، جس کی بناء پر قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی۔ "ولقد استہزی الخ" تحقیق کہ آپ سے پہلے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا سو جن لوگوں نے استہزا کیا تھا ان پر وہ عذاب نازل ہو گیا جس کا وہ استہزاء کیا کرتے تھے۔

قال ابن اسحق فأقام رسول الله صلى الله عليه وسلم على أمر الله صابرًا محتسبًا مؤدياً الى قومه النصيحة على ما يلقى عنهم من التكذيب والأذىٰ (والاستهزاء) (سيرة ابن هشام، ج:١، ص: ٤٠٨)

ابن اسحاق نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم پر قائم رہے، صبر کرتے ہوئے ثواب کی امید کرتے ہوئے اور اپنی قوم تک نصیحت کی باتیں پہنچاتے ہوئے باوجودیکہ ان کی جانب سے آپ کی شانِ اقدس میں تکذیب و مذاق بازی اور ایذاء رسانی کا سلسلہ جاری تھا۔

اور اسی پر بس نہیں بلکہ فَترتِ وحی کے موقع پر بھی طرح طرح سے کفار مکہ نے آپ کو تمسخر و استہزا کا نشانہ بنایا۔

زخم خوردہ نبی کی تسلی

اسی طرح جب مسلسل مصائب وآلام کے پہاڑ توڑے گئے، مشقت و کلفت کی انتہا ہو گئی، تو ارحم الراحمین نے طرح طرح سے مختلف آیتوں کے نزول اور واقعات کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے صبر و تسلی کا سامان مہیا فرمایا،اور قوت و پختگی اور عزم و حوصلہ کے ذریعہ آپ کی مدد فرمائی حتی کہ دو سورتوں یعنی "والضحیٰ اور الم نشرح" کا نزول ہوا، جس میں باری تعالیٰ نے آپ کے رخِ انور کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا: "ماوَدّعک ربک وما قلیٰ" یعنی آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا نہیں اور نہ ہی آپ سے ناراض ہوا، ارشاد ہوا:

ألم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی أنقض ظہرک ورفعنا لک ذکرک (سورۃ الانشراح)

کیاہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (علم و حلم) سے کشادہ نہیں کر دیااور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا۔(یعنی اکثر جگہ شریعت میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ کا نام مبارک مقرون کیا گیا)(کذافی الدر المنثور، معارف القرآن، ج:۸)

اسلامی فلاسفر اور ادیب مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں: ''ہندوستان کے چھوٹے چھوٹے قریوں اور موضعوں، عرب کے ریگستان اور چٹیل میدان اور افریقہ کے صحرا و بیابان سے لے کر لندن اور پیرس اور برلن کے تمدن زاروں تک، ہر روز اور ہر روز میں بھی پانچ پانچ بار کس کے نام کی پکار اللہ کے نام کے ساتھ ساتھ بلند رہتی ہے؟ اپنی ذاتی عقیدت مندی کو الگ رکھئے محض واقعات پر نظر رکھ کر فرمایئے کہ یہ مرتبہ یہ اکرام دنیا کی تاریخِ معلوم سے لیکر آج تک کسی ہادی کسی رہبر کسی مخلوق کو حاصل ہوا ہے؟ جس بے کس اور بے بس سے عین اس وقت جبکہ اسے زور اور قوت والے سردارانِ قریش اپنے خیال میں کچل کر رکھ چکے تھے، اور اس کا نام و نشان تک مٹا چکے تھے، یہ وعدہ ہوا تھا، ''ورفعنا لک ذکرک'' ہم نے تیرے لیے تیرا ذکر بلند کر رکھا ہے، اگر آوازہ اس کا بلند نہ ہوگا تو اور کس کا ہوگا؟ (ذکر رسول، ص:۶۳)

خورشید مبین کی تابانی (معراج رسول)

ابتلاوآزمائش بہت زبردست تھی، صبر آزما مراحل اور مصائب کے پہاڑ تھے، جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر کی تلقین کی گئی۔

فاصْبِر كَمَا صَبَرَ أُوْلُوا العزمِ منَ الرسُلِ وَلاَ تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ (سورہ الاحقاف، آیت:۳۵)

توآپ صبر کیجئے جیسا اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا اور ان لوگوں کیلئے (انتقام الٰہی کی) جلدی نہ کیجئے۔

باری تعالیٰ نے آپ کی صبر و تسلی کے لئے فرمایا:

''ووضعنا عنکَ وزرک الذی أنقض ظہرک ورفعنا لک ذکرک''

ترجمہ: ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر توڑ رکھی تھی، اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا۔(سورہ الانشراح، آیت:۴)

حزن وملال کا ہجوم، مصائب وآلام کی یلغار ہی کیا کم تھی کہ مزید برآں اعزاءواقرباءاور اہل خاندان کی مخالفت کفار ومشرکین اہل مکہ کا دعوت کی راہ میں حائل ہونا وغیرہ جو حوصلہ شکنی کے لئے کافی تھے۔ حتی کہ آپ کی پریشان حالی پر باری تعالیٰ نے آپ کو مخاطب فرمایا:

فلعلک باخعٌ نفسک علی آثارہم ان لم یؤمنوا بہذا الحدیث أسفًا (سورہ الکہف، آیت:٦)

ترجمہ: شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دے دیں گے۔

ظاہر ہے جو حبیب ومحبوب ہو، آخری رسول ہو، ع "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کا مصداق ہو، تاریکیوں میں چراغ روشن کرنے کا عزم رکھتا ہو، دشوار گذار مراحل، اور خاردار وادیوں کو پار کرتا ہو، حوصلہ شکن حالات کا پامردی سے مقابلہ کرتا ہو، تو اس کو تمغہ بھی اتنا ہی بڑا ملنا چاہئے، اور اس کے بلندئ مرتبہ پر دلیل بھی اتنی بڑی قائم ہونی چاہئے کہ جس کے اوپر اور دلیل نہ ہو، اور جس سے زیادہ عظیم الشان کوئی واقعہ اس کرئہ ارض پر نہ پیش آیا ہو اور نہ آسکتا ہو، اور وہ اسراء ومعراج کا عظیم الشان واقعہ۔ اسراء اور معراج کے بارے میں بہت سے موضوعات زیر بحث آتے ہیں۔

(۱) اختلاف اقوال کی روشنی میں اس واقعہ کی تاریخ کا تعین

(۲) یہ واقعہ روحانی ہے یا جسمانی، (یا منامی)

(۳) مکہ معظمہ سے بیت المقدس کا سفر اور امامت انبیاء

(۴) ثمّ دنی فتدلّٰی کی واقعاتی توضیح

(۵) مولیٰ سے ہمکلامی، اور حاصل ہونے والے تحفہ کی تفصیل

(٦) جنت اور جہنم کی سیر اور چند مشاہدات

لیکن یہ سب کچھ اس عظیم الشان واقعاتی تجزیئے سے تعلق رکھنے والے موضوعات ہیں، لہٰذا، اس کو دوسرے موقع کیلئے محفوظ رکھتے ہوئے، اس سے ماخوذ چند عجائب سفر اور لطائف ومعارف کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے، تاہم قرآن پاک کے اجمال اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے، کہ جبرئیل امین علیہ السلام براق کے ساتھ تشریف لائے، اور سرور کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المومنین حضرت ام ہانی کے مکان سے مسجد حرام، پھر وہاں سے مسجد اقصیٰ، اور انبیاء کی امامت کرنے کے بعد آسمان کی سیر کراتے ہوئے اور انبیاء سابقین سے ملاقات کراتے ہوئے ساتوں

آسمان کے اوپر لے گئے، پھر وہ مقام آیا کہ جس کے آگے بڑھنے سے جبرئیل امین کے قدم عاجز و قاصر رہے، جیسا کہ شیخ سعدیؒ کے اس شعر سے ظاہر ہے۔

اگر یک سرِ موئے برتر برم فروغِ تجلی بسوزد پرم

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثم دنی فتدلّی فکان قاب قوسین أو أدنی o فأوحیٰ الی عبده ما أوحیٰ ما کذب الفؤادُ ما رأی، أفتمارونه علی ما یریٰ، ولقد رأٰه نزلةً أخریٰ عند سدرة المنتهیٰ عندها جنة الماویٰ اذ یغشی السدرة ما یغشیٰ، مازاغ البصر ومَا طغیٰ، لقد رأیٰ من آیات ربه الکبریٰ (سورة النجم)

ترجمہ: پھر وہ فرشتہ (آپ کے) نزدیک آیا، (سو قرب کی وجہ سے) دونوں کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا، بلکہ اور بھی کم پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی نازل فرمائی، جو کچھ نازل فرمانا تھی۔ (جس کی تعیین بالتخصیص معلوم نہیں) قلب نے دیکھی دیکھی ہوئی چیز میں غلطی نہیں کی، تو کیا ان سے دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو، انھوں نے (پیغمبر نے) اس فرشتہ کو اور دفعہ بھی (صورت اصلیہ میں) دیکھا ہے، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جنت الماویٰ ہے، جب اس سے سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھی جو چیزیں لپٹ رہی تھیں، نگاہ تو نہ ہٹی (بلکہ ان چیزوں کو خوب دیکھا) اور نہ (ان کی طرف دیکھنے کو) بڑھی (یعنی قبل اِذن نہیں دیکھا) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے بڑے عجائبات دیکھے۔ (معارف القرآن، ج:۸، ص:۱۹۲)

پھر آپ ﷺ کو رب ذوالجلال سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا، پچاس نمازوں کی فرضیت کا تحفہ عطا کیا گیا، جو تخفیف کے بعد پانچ وقت کی صورت میں باقی رہا، اجر و ثواب میں پچاس وقت کی کیفیت کے ساتھ۔

اسی طرح آپ نے اقلام تقدیر کے چلنے کی آوازوں کو سنا، بعد ازاں جنت و جہنم کا مشاہدہ فرمایا، پھر جبرئیل امین علیہ السلام کی معیت میں مسجد اقصیٰ میں نزول فرمایا، اور وہاں سے مسجد حرام واپس ہو کر بیت ام ہانی میں تشریف لائے۔

یہ تھی ایک طائرانہ نظر معراج رسول کے مبارک سفر پر جس میں آپ کے رنج و غم کا مداویٰ بھی تھا اور ذکر کی بلندی بھی، شخصیت کی جلوہ آفرینی بھی، اور ختم نبوت کی دلیل بھی، سارے جہانوں کی سرداری بھی، آپ کی امت اور آپ کے پیغام کے خلود و بقاء کی علامت بھی، نیز ساتھ ہی بے مثال واقعات کے معجزہ نمائی بھی جو سارے فلسفہ و علوم اور اسباب و علل کی دسترس سے باہر ہو سچ ہے۔

اب ان خصائص وامتیازات،اور فوائد و ثمرات کو شعور و وجدان کی کیفیت کے ساتھ اخذ کرنے اور گہرائی و گیرائی سے آشنا ہونے کیلئے،ان اسرار و حکم حقائق و معارف اور دروس و عبر کا قلب و ذہن میں پیوست ہونا اور نظر میں آنا ضروری ہے، جو اس بلندی و رفعت کے دلچسپ سفر میں مضمر ہے۔

سفر معراج کے اسرار و حکم

واقعۂ معراج محض ایک مشاہداتی سفر اور قطع مسافت کی پر کیف و عجیب داستان نہیں ہے، سورۂ اسراء اور سورہ نجم اور اس سلسلے میں مروی صحیح و مشہور احادیث سے بہت سے اسرار و حکم اور لطائف و معارف سامنے آتے ہیں۔

(۱) خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ دونوں قبلوں کے نبی اور مشرق و مغرب دونوں سمتوں کے امام ہیں۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیش رو تمام انبیاء کرام کے وارث اور بعد میں آنے والی پوری نسل انسانی کے رہبر و رہنما ہیں۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام، دعوت کی عمومیت و آفاقیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کی ابدیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی ہمہ گیری و صلاحیت کی دلیل و علامت ہے۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا صحیح تعارف اور صحیح نشاندہی ہے۔

(۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اصل مقام و حیثیتِ عرفی کا تعین ہے۔

(۶) آپ کی نبوت کی محدود، مقامی اور عارضی نوعیت اور ابدی و عالمگیری حیثیت کے درمیان خطّ فاصل ہے۔

(۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت و سیادت کا قومی اور سیاسی قیادت پر غلبہ و تفوق اور بالاتری کا ثبوت اور امتیازی حیثیت ہے۔

(۸) ایسا معجزہ اور کرامت ہے جو آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

(۹) عبادت اور تقرب و بندگی کے ذریعہ کو بطور تحفہ آسمان کے اوپر مہمان بنا کر عطا کرنا جو رفعِ ذکر کی وقوعی اور خارجی تفسیر ہے۔

(۱۰) نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء پر جو فضیلت ہے، ان میں دو باتیں خاص طور پر فضیلت کا باعث ہیں: دنیا میں معراج اور آخرت میں شفاعت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دونوں دولتیں تواضع کی بدولت حاصل ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کے ساتھ تواضع کی، تو دولت معراج کی پائی، اور مخلوق کے ساتھ تواضع کی تو دولت شفاعت کی پائی، حق

تعالیٰ کے سوال پر شب معراج میں آپ نے فرمایا کہ تمام القاب میں سب سے زیادہ پسندیدہ لقب میرے لئے عبد کا ہے، تیرا بندہ ہونا، یعنی عبدیت کی اساسی صفت جو باری تعالیٰ کو انسانیت کی جانب سے سب سے زیادہ مطلوب اور محبوب ہے۔

(۱۱) رات کی خلوت و تنہائی میں بلانا، مزید تقرب اور اختصاصِ خاص کی دلیل ہے۔

(۱۲) مسجد اقصیٰ کے معاملات کا سارے عالم اسلام سے گہرے ربط و تعلق کا ثبوت، نیز یہ کہ فلسطین، کا دفاع اور مسجد اقصیٰ کی حفاظت ساری دنیا کے مسلمانوں پر حسب استطاعت واجب ہے، اور اس سے غفلت ایسی کوتاہی ہے جس پر مؤاخذہ بھی ہو سکتا ہے۔

(۱۳) امت مسلمہ کے مرتبے کی بلندی اور عظمت شان اور دنیا کی خواہشات و رغبات سے اس امت کے مستوی اور معیار کی رفعت ہے۔

(۱۴) اس میں اشارہ ہے کہ فضاء کا خلائی سفر اور کرۂ ارضی کے مقناطیسی دائرے سے نکل کر اوپر دوسرے دائرے میں داخل ہونا ممکن ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کی تاریخ میں سب سے پہلے خلا باز مسافر ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آسمان سے کرۂ ارضی کی طرف صحیح سالم لوٹ کر آنا ممکن ہے۔

(۱۵) معراج میں نماز کی فرضیت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ روزانہ پانچ مرتبہ اللہ کے حضور سارے مومنین کی روحوں اور دلوں کو پہنچنا چاہئے، تاکہ خواہشات کی سطح سے بلندی نصیب ہو۔

سفر معراج دعوت و تبلیغ کی ایک کڑی

یہ تھے سفر معراج کے اندر پوشیدہ بلند و بالا مقاصد اور لطائف و معارف، دروس و عبر، جو آپ کے اوپر پے بہ پے نازل ہونے والے رنج و غم کا مداوی ثابت ہوئے، جس کے ذریعہ آپ کے اوپر سے حزن و ملال کے بادل چھٹ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے لمحات میں ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ کا منظر دیکھا، اور خوشی و مسرت کا سانس لیا، اور فرحت و انبساط کے حالات کی طرف عود کر آئے، اور نہ صرف غم واندوہ کافور ہوئے بلکہ دعوت و تبلیغ کی راہیں ہموار ہوتی گئیں، بلکہ رغبت و لگن اور مولیٰ کی رضا جوئی کے ساتھ قدم بڑھتے رہے، آپ کے عزم و حوصلہ اور پختگی و ثبات قدمی کو مہمیز کرنے والی قوت ملی، کیونکہ اس سفر مبارک میں آپ کے مرتبے کی بلندی بھی تھی۔

سچ ہے جب کفار و مشرکین نے آپ کے نرینہ اولاد کے زندہ نہ رہنے کی وجہ سے آپ کو طنز و تشنیع کا نشانہ بنایا، اور آپ کو منقطع النسل اور قلیل الخیر ہونے کا طعنہ دیا، تو آپ کے قلب اطہر پر سورۃ الکوثر نازل کر کے ان دشمنان رسول کا دندان شکن جواب دیا گیا، اور ان کے باطل نظریات پر کاری ضرب لگائی گئی: انا اعطینٰک الکوثر، فصل لربک وانحر، انَّ شَانئک ہُوالأبتر. اس میں مفسرین کے اقوال کے مطابق کوثر، حوض کوثر کے ساتھ خیر کثیر کے معنی کو بھی شامل ہے، اور آپ کے دشمنوں کے منقطع النسل ہونے کا اعلان ہے، جیسا کہ ''ہوالابتر'' سے ظاہر ہے، اور کسی بھی تحریک اور مشن کو لے کر چلنے والے کے لئے راستہ سے موانع و عوائق کا دور ہو جانا اس کے قلب و ذہن کا غم واندوہ اور افکار پریشاں سے خالی ہو جانا اور مرتبے کی بلندی کے ذریعے عزم کا پختہ ہونا، حوصلے کا بلند ہونا، فلاح و کامیابی کا پیش خیمہ اور حیرت انگیز پیش قدمی کا ضامن ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی عظمت و رفعت کا کرشمہ تھا کہ ایسے ماحول میں جبکہ اہل مکہ بلکہ تمام اہل عرب نہ صرف یہ کہ ضلالت و شقاوت میں ڈوبے ہوئے تھے، بلکہ اسی کے دلدادہ تھے، اور وہی ان کی طبیعت بن گئی تھی، اور جہالت و بہیمیت کی حدود کو پار کرنے میں ایک فرد دوسرے سے پیچھے رہنا گوارہ نہیں کرتا تھا، اور اس کیلئے دنیا کا سارا خسارہ اور آخرت کی محرومی قبول کر لینا سستا سودا سمجھتا تھا۔

آپ نے تنہا دعوتِ عظمیٰ اور رسالت خداوندی کی تمام تر ذمہ داری تیئس (۲۳) سال کی قلیل مدت میں ایسے حیرت انگیز طریقہ پر پوری کی کہ شہنشاہ عالم بونا پارٹ اس کے اعتراف پر مجبور ہو گیا، کہ صدیوں میں پایۂ تکمیل کو نہ پہنچنے والا پیغام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئس (۲۳) سال کی قلیل مدت میں اس طرح مکمل کر دکھایا کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

فضائل شعبان

محمد داؤد الرحمن علی

شعبان کا لغوی معنی:۔

''شعبان'' کا لفظ "تشعب" سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے بکھرنا، منتشر ہونا ''شعبان'' کو ''شعبان'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں عرب لوگ لوٹ مار کے لئے ادھر ادھر متفرق ہو جاتے تھے۔(تفسیر ابن کثیر: 4/196، ط: مؤسسۃ قرطبۃ)

شعبان کی وجہ تسمیہ:۔

''شعبان'' کا لفظ ''شعب'' سے بھی ماخوذ ہو سکتا ہے، جس کا معنی ہے ''اجتماع'' اس مہینے میں چونکہ اس مہینے میں بہت سی خیریں جمع ہوتی ہیں، اس لئے ''شعبان'' کو ''شعبان'' کہا جاتا ہے۔(عمدۃ القاري: 11/116، ط: دار الکتب العلمیۃ)

ماہِ شعبان کا چاند دیکھنے کا اہتمام:۔

شعبان کے بعد چونکہ رمضان المبارک کا عظیم مہینہ آرہا ہوتا ہے اور رمضان المبارک کے روزوں کی ادائیگی چاند دیکھنے پر موقوف ہوتی ہے، اِس لئے جناب نبی کریم ﷺ خود بھی شعبان کا چاند بڑے اہتمام سے دیکھا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے: جناب رسول اللہ ﷺ شعبان کی تاریخوں کو جس قدر اہتمام سے یاد رکھتے تھے، اتنا کسی اور مہینہ کی تاریخوں کو یاد نہیں رکھتے تھے پھر جب رمضان کا چاند ہوتا، تو روزے رکھتے اور اگر اس دن مطلع صاف نہ ہوتا (اور چاند نظر نہ آتا، تو) شعبان کے تیس دن پورے کرتے اور پھر روزے رکھتے (یعنی یوم الشک میں روزہ نہ رکھتے۔) (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: 2325)

آپ ﷺ نے امت کو بھی شعبان کے چاند دیکھنے کا اہتمام کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے لئے شعبان کے چاند کے دن گنتے رہو۔ (سنن ترمذی، حدیث نمبر: 687)

ماہِ شعبان میں اللہ تعالی کے حضور اعمال کی پیشی ہوتی ہے:۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا: یارسول اللہ! شعبان کے مہینے میں، میں آپ کو اتنے روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں، جتنا کہ کسی اور مہینے میں نہیں دیکھتا، اِس کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: رجب اور رمضان کے درمیان جو شعبان کا مہینہ ہے، (عام طور پر) لوگ اُس سے غفلت کا شکار ہوتے ہیں، حالانکہ اس مہینے میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں، تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اِس حالت میں اُٹھائے جائیں کہ میں روزے سے ہوں۔ (سنن النسائی: حدیث نمبر: 2357، 2358)

شعبان کے مہینے میں روزوں کی کثرت:۔

جناب رسول اللہ ﷺ "ماہِ شعبان" ہی سے "رمضان المبارک" کی تیاری فرماتے تھے، چنانچہ ماہِ شعبان آتے ہی جناب رسول اللہ ﷺ کی عبادات میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا تھا، آپ ﷺ "رمضان المبارک" کے ساتھ اُنس پیدا کرنے کے لیے "ماہِ شعبان" میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے رسول کریم ﷺ کو تمام مہینوں میں روزہ رکھنے کے واسطے شعبان کا مہینہ پسندیدہ تھا، بلکہ آپ ﷺ اس ماہ کو ماہ رمضان المبارک کے ساتھ ملا دیا کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: 2431)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ روزہ رکھتے جاتے، یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب افطار نہ کریں گے اور افطار کرتے جاتے، یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب روزہ نہ رکھیں گے اور میں نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے رمضان کے

سوا کسی مہینہ پورے روزے رکھے ہوں اور نہ شعبان کے مہینہ سے زیادہ کسی مہینہ میں آپ کو روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر:1969)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ سال کے کسی مہینے میں شعبان سے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے۔(صحیح مسلم، حدیث نمبر:1156)

ماہِ شعبان میں آپ ﷺ کا بکثرت روزے رکھنے کی حکمتیں:۔

علمائے کرام رحمہم اللہ نے ماہِ شعبان میں رسول اللہ ﷺ کے زیادہ نفلی روزے رکھنے کے کئی اسباب اور حکمتیں بیان کی ہیں، جن میں سے چار حکمتیں وہ ہیں، جن کی طرف احادیث میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔(عمدۃ القاري لبدر الدین العینی: 11/119، ط: دار الکتب العلمیۃ)

ماہ شعبان اور اسلاف کرام رحمہم اللہ کا عمل:۔

سلف صالحین کے نزدیک ماہ شعبان کی بڑی قدر و منزلت تھی، یہی وجہ ہے کہ شعبان کے آتے ہی وہ عبادات کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لیتے تھے۔

علامہ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ شعبان رمضان کا مقدمہ اور پیش خیمہ ہے، لہذا اس میں وہی اعمال یعنی روزہ اور تلاوت کرنا چاہیے، جو کثرت سے رمضان میں کیے جاتے ہیں، تاکہ ماہِ رمضان کی برکات حاصل کرنے کی تیاری ہو جائے اور نفس رحمان کی اطاعت سے تروتازہ ہو جائے، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین کا معمول تھا کہ شعبان کا مہینہ شروع ہوتے ہی قرآن کریم کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور اپنے مالوں کی زکاۃ ادا کرتے تھے، تاکہ غریب اور مسکین بہتر طور پر ماہِ رمضان گزار سکیں۔

جب شعبان کا مہینہ آتا، تو حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ فرماتے کہ یہ قاریوں کا مہینہ ہے اور عمرو بن قیس رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب شعبان کا مہینہ آتا، تو عمرو بن قیس رحمہ اللہ اپنی دکان بند کر دیتے اور قرآن کریم کی تلاوت میں منہمک ہو جاتے۔(لطائف المعارف لابن رجب الحنبلي: ص:258، ط: دار ابن کثیر)

پندرہ شعبان کا روزہ:۔

سارے ذخیرہ احادیث میں اس روزے کے بارے میں صرف ایک روایت میں ہے کہ شب براءت کے بعد والے دن روزہ رکھو(اس حدیث کی تخریج، اسنادی حیثیت ماقبل میں گزر چکی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں)، اگرچہ یہ روایت ضعیف ہے، لیکن

چونکہ فضیلت ضعیف روایت سے بھی ثابت ہو جاتی ہے اور یہ دن ایام بیض میں سے بھی ہیں (ایام بیض سے مراد ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، اور ۱۵ تاریخ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ ان تین دنوں میں روزہ رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے) اس لیے نفل روزے کی نیت سے پندرہ شعبان کا روزہ رکھنا مستحب ہے، البتہ اس دن کے روزے کو باقاعدہ سنت قرار دینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ (اصلاحی خطبات، ج: ۴، ص: ۲۶۷، ط: میمن اسلامک پبلشرز)

کیا شب برأت فیصلے کی رات ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ سے روایت فرماتی ہیں کہ "آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے، اس رات یعنی شعبان کی پندرہویں رات میں کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے دریافت فرمایا: یارسول اللہ! کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس شب میں یہ ہوتا ہے کہ اس سال میں جتنے بھی پیدا ہونے والے ہیں، وہ سب لکھ دیئے جاتے ہیں، اور جتنے اس سال مرنے والے ہیں، وہ سب بھی اس رات لکھ دیے جاتے ہیں، اور اس رات میں سب بندوں کے (سارے سال کے) اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں لوگوں کی مقررہ روزی (مقررہ وقت) پر اترتی ہے"۔ (الدعوات الکبیر للبیہقی، حدیث نمبر: 530)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! آپ ماہِ شعبان میں اس کثرت سے روزے کیوں رکھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اس مہینے میں ہر اس شخص کا نام ملک الموت کے حوالے کر دیا جاتا ہے، جن کی روحیں اس سال میں قبض کی جائیں گی، لہٰذا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا نام اس حال میں حوالے کیا جائے کہ میں روزے دار ہوں۔ (مرقاۃ المفاتیح: 3/347، ط: دار الکتب العلمیۃ)

حضرت تھانویؒ "احکام شب برأت وشبِ قدر" میں لکھتے ہیں:

شب برأت اور لیلۃ القدر کیا دونوں راتوں میں فیصلے ہوتے ہیں؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شب برأت میں واقعات کا فیصلہ ہونا احادیث سے ثابت ہے، پھر وہ کون سے واقعات ہیں، جن کا فیصلہ ہونا شبِ قدر میں باقی رہا؟ پھر یہ کہ شب برأت میں ایک سال کے واقعات کا فیصلہ ہونا حدیثوں میں آیا ہے اور شب قدر سال گزرنے سے پہلے رمضان میں آجاتی ہے تو اس میں کیا مکرر (دوبارہ) فیصلہ ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کی یہاں دو صورتیں نکلتی ہیں کیونکہ عادۃً ہر فیصلہ کے دو درجے ہوتے ہیں۔ ایک تجویز (خاکہ) ایک نفاذ (آرڈر) پس یہاں بھی دو مرتبے ہو سکتے ہیں، مطلب یہ کہ تجویز تو شب برأت میں ہو جاتی ہے اور نفاذ لیلۃ القدر میں ہوتا ہے اور ان

میں کسی قدر فاصلہ ہونا بعید نہیں (ایسا ہوتا رہتا ہے۔) تجویز قدرت کو کہتے ہیں اور حکم کے نافذ کر دینے کو قضاء کہتے ہیں، ممکن ہے شب برأت میں تجویز ہوتی ہو اور لیلۃ القدر میں اس کا نفاذ ہوتا ہو۔(احکام شب برأت و شبِ قدر للشیخ اشرف علی تھانوي: ص: 18،ط: ادارۃ افادات اشرفیۃ)

شبِ براءت میں اجتماعی عبادت کا اہتمام:

جیسے ذکر ہوا کہ پندرھویں شعبان کی فضیلت کے بارے میں متعدد روایات وارد ہیں اور اس رات میں عبادت کرنا بھی مستحب ہے ، لیکن اس کے لیے مساجد میں اجتماعات منعقد کرنا بدعت اور ناجائز ہے، فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''مراقی الفلاح شرح نور الایضاح'' میں ہے:

''رمضان کی آخری دس راتوں، عیدین کی رات، ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں اور نصف شعبان کی رات کو زندہ رکھنا مستحب ہے، لیکن ان میں سے کسی بھی رات مساجد وغیرہ میں اجتماع کرنا ناپسندیدہ ہے، کیونکہ نہ نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے، بلکہ اکثر علماء حجاز اور فقہائے مدینہ نے اس کا انکار کرتے ہوئے اسے بدعت قرار دیا۔(مراقي الفلاح شرح نورالإیضاح: ص: 151،ط: المکتبۃ العصریۃ)

شب براءت اور حلوہ:۔

ویسے تو سارے سال میں کسی دن بھی حلوہ پکانا جائز اور حلال ہے، جس کا جب دل چاہے پکا کر کھالے، لیکن خاص شب براءت میں حلوہ بنانے کا اس قدر اہتمام کرنا (کہ فرائض و واجبات کو ادا کرنے کا اس قدر اہتمام نہیں ہوتا، جتنا حلوہ بنانے کا اہتمام ہوتا ہے) درست نہیں اور بدعت ہے، نہ قرآن میں اس کا ثبوت ہے اور نہ حدیث میں اس بارے میں کوئی روایت ہے، نہ صحابہ کے آثار ہیں اور نہ ہی تابعین اور بزرگان دین کے عمل میں اس کا کہیں کوئی تذکرہ ہے، بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک جب شہید ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ نوش فرمایا تھا، یہ بات بالکل من گھڑت اور بے اصل ہے، کیونکہ دندانِ مبارک کی شہادت کا واقعہ غزوۂ احد ماہِ شوال ۳ھ میں پیش آیا تھا(عمدۃ القاري: 17/138،ط: دار احیاء التراث العربي)

جب کہ حلوہ شعبان میں پکایا جاتا ہے، اب خود سوچیئے کہ کس قدر بے ہودہ اور باطل خیال ہے کہ دانت ٹوٹنے کی تکلیف ماہِ شوال میں اور حلوہ دس مہینے بعد شعبان میں کھایا گیا، لہذا اس قسم کی فضولیات اور بدعات سے بچنا چاہیے۔(اصلاحي خطبات: 4/307-318،ط: میمن اسلامک پبلشرز)

شب براءت میں نوافل کی باجماعت نماز:

اس رات میں نوافل کی باجماعت نماز کی ادائیگی کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے، جن میں سر فہرست صلاۃ التسبیح کی باجماعت ادائیگی ہے، اس حوالے سے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ شریعت نے عبادت کو جس انداز میں ادا کرنے کا حکم دیا ہے، اسے ویسے ہی ادا کرنا چاہیے، شریعت نے نماز پنج گانہ اور جمعہ وعیدین وغیرہ کو باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن نوافل کو انفراداً ادا کرنے کا حکم دیا ہے، اس لئے کسی نفلی نماز کو (خواہ صلوۃ التسبیح ہو یا کوئی اور) جماعت سے ادا کرنا منشائے شریعت کے خلاف ہے، اس لیے حضرات فقہاء نے نفل نماز کی جماعت کو (جبکہ مقتدی دو سے زیادہ ہوں) مکروہ لکھا ہے اور خاص راتوں میں اجتماعی نماز ادا کرنے کو بدعت قرار دیا ہے، لہذا شب براءت میں (یا کسی اور خاص رات میں) اجتماعی نوافل ادا کرنا بدعت ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: 3/85-88، ط: مکتبۃ لدھیانوي)

شبِ برأت کے مخصوص نوافل کا حکم:۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: پندرہویں شعبان کی شب کو نماز الفیہ پڑھی جاتی ہے۔۔۔۔اس کے بارے میں نہ کوئی صحیح حدیث ثابت ہے، نہ کسی صحابی وتابعی کا کوئی مضبوط ارشاد ہی منقول ہے الّا یہ کہ اس سلسلے میں ضعیف اور موضوع روایتیں ضرور نقل کی جاتی ہیں۔ عوام اس نماز کی وجہ سے زیادہ فتنوں میں مبتلا ہو چکے ہیں، یہاں تک کہ اس نماز کی ادائیگی کے وقت روشنی وچراغاں کو ضروری قرار دے دیا گیا، جس کی وجہ سے اکثر فسق وفجور کے کام صادر ہونے لگے، ان کاموں کی وجہ سے بہت سے اولیاء اللہ ڈرے کہ کہیں اللہ کا کوئی عذاب نازل نہ ہو جائے چنانچہ وہ اتنے زیادہ خوف زدہ اور پریشان ہوئے کہ وہ آبادیوں کو چھوڑ کر اور عبادت الٰہی کی آڑ میں ہونے والے فسق وفجور سے منہ موڑ کر جنگلوں میں چلے گئے۔ (مرقاۃ المفاتیح: 3/350، ط: دار الکتب العلمیۃ)

چراغاں کرنا:۔

شبِ براءت کے موقع پر بعض لوگ مساجد، گھر اور قبرستان میں چراغاں کرتے ہیں، یہ چند وجوہ کی بناء پر ناجائز ہے:

۱۔ غیر مسلموں کے تہوار ''دیوالی'' کی نقل اور مشابہت ہے، علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ:

چراغاں کی رسم کا آغاز یحییٰ بن خالد برمکی سے ہوا ہے، جو اصلاً آتش پرست تھا، جب وہ اسلام لایا، تو ملمّع سازی کر کے ان رسوم کو اسلام میں داخل کر دیا اور پھر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس کو مذہبی رنگ دے دیا گیا۔ (عمدۃ القاري: 11/83، ط: دار احیاء التراث العربي)

آتش بازی:

شب برأت کی مروجہ بدعات اور خرافات میں سے "آتش بازی" بھی ہے، جو انتہائی بری، غیر معقول اور خطرناک بدعت ہے، اور کئی گناہوں کا مجموعہ ہے۔

۱۔آتش بازی محض اسراف و فضول خرچی ہے، ارشادِ خداوندی ہے: بے شک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔ (سورہ بنی اسرائیل: آیت نمبر: 27)

۲۔آتش بازی میں کفار و مشرکین کی مشابہت ہے، جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی قوم سے مشابہت اور ان کے طور طریقے اختیار کرے گا، تو اس کا شمار انہیں میں ہوگا۔ (سنن أبي داؤد: رقم الحدیث: 4031، ط: 4/44، ط: المکتبۃ العصریۃ)

شبِ برأت میں معافی کے پیغامات بھیجنے کی شرعی حیثیت:

شبِ برأت کی آمد کے ساتھ ہی سوشل میڈیا پر ایک دوسرے سے معافی مانگنے کے پیغامات کا ایک طویل سلسلہ بھی شروع ہو جاتا ہے اور یہ میسجز اس لیے بھیجے جاتے ہیں کہ حدیث شریف کے مطابق اس رات اللہ تعالی بہت سے مسلمانوں کی بخشش فرماتے ہیں، البتہ رشتہ توڑنے والے اور مسلمان سے دشمنی رکھنے والے محروم رہتے ہیں، اس حدیث کے پیشِ نظر آپس کی ناراضگی دور کر کے ایک دوسرے سے معافی مانگنی چاہیے، تاکہ شبِ برأت کی فضیلت حاصل ہو اور اس رات مغفرت سے محرومی نہ ہو، لیکن یہ معافی محض رسمی نہ ہو، اس لئے کہ اس طرح کے معافی نامہ بھیجنے سے عام طور پر خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا، کیونکہ بھیجنے والا بھی اس طرح کا معافی نامہ بطور ایک رسم کے بھیجتا ہے، چنانچہ یہ میسج ہر ایک کو بھیج دیا جاتا ہے، اس کا مقصود حقیقت میں معافی مانگنا نہیں ہوتا، اور جس کو بھیجا جاتا ہے، اسے بھی پتا ہوتا ہے کہ معافی نامہ بھیجنے والے کا مقصد معافی وغیرہ مانگنا نہیں ہے، بلکہ ایک رسم کی ادائیگی ہے، اس لیے اس طرح کے میسج بھیجنے میں وقت ضائع کرنے کے بجائے، جس کسی کو ناراض کیا ہوا، اس سے دل سے معافی مانگ کر اس کو راضی کرنا چاہیے اور اگر اس کا کوئی حق دبایا ہو، تو اس کو ادا کیا جائے اور اگر حق ادا کرنے کی قدرت نہ ہو تو

صاحبِ حق سے عاجزی اور ندامت کے ساتھ معاف کروایا جائے اور اس طرح معافی مانگنا مفید ہے، لیکن صرف بطور رسم ہر ایک کو معافی نامہ بھیجنے سے معافی کی اہمیت اور اثر باقی نہیں رہتا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ معاف کرنے اور معافی مانگنے کے لیے شریعت میں کوئی دن مخصوص نہیں ہے، بلکہ جس وقت غلطی ہو، اسی وقت معافی مانگ لینی چاہیے۔

اشہرِ حُرم (ماہِ رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم) میں
گُناہوں سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام کریں!
ارشاد باری تعالیٰ ہے:
"حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد 12 مہینے ہے جو اللہ کی کتاب (لوحِ محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ چلی آرہی ہے جس دن اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ ان (12 مہینوں) میں 4 مہینے (ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) واجب الاحترام ہیں۔ یہی دین (کا) سیدھا سادہ (تقاضا) ہے، لہٰذا ان مہینوں کے معاملے میں (باہم جنگ کرکے) اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔" (القرآن, سورة التوبة: 36)
"تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں (ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور ان میں کوئی گناہ کرے تو اس کا وبال و عذاب بھی زیادہ ہے، سابق شریعتوں میں ان مہینوں کے اندر قتل و قتال بھی ممنوع تھا۔" (معارف القرآن از مفتی شفیع عثمانی رحمہ اللہ)

شب برأت اور اس کے تقاضے

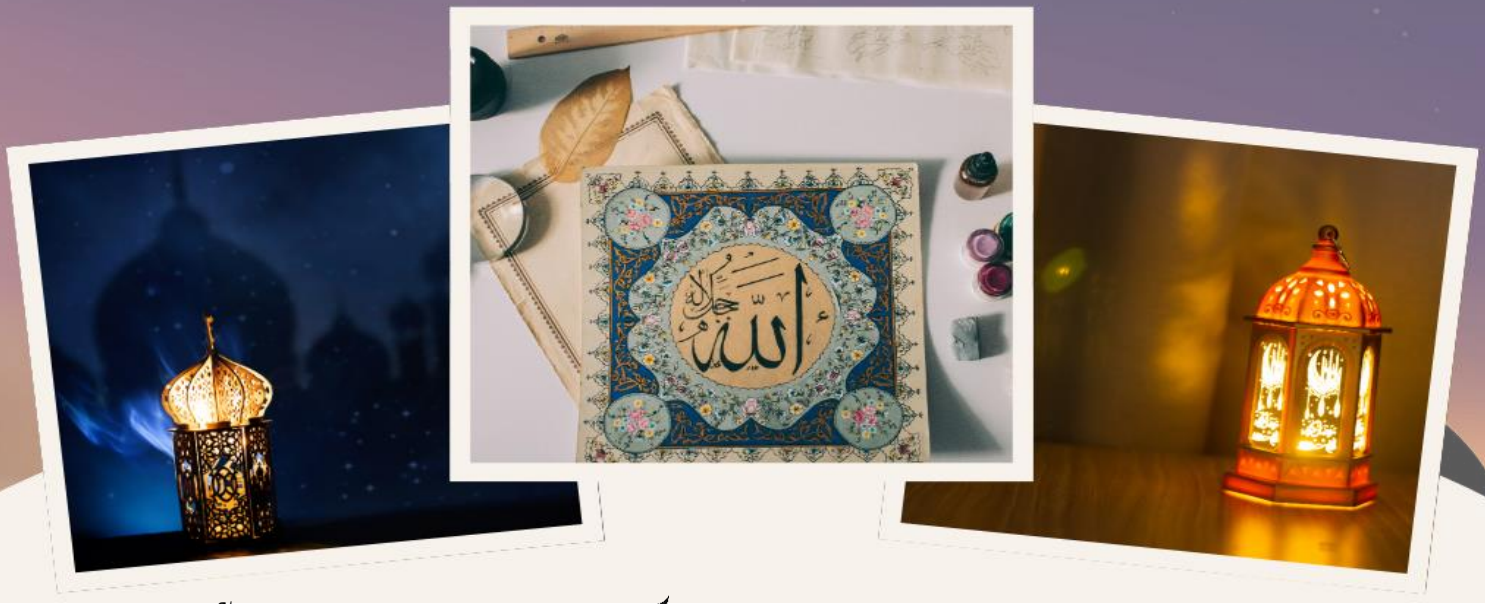

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

شب برأت کے بارے میں جو کرنے کے کام ہیں اور جو نہ کرنے کے کام ہیں، ان کے متعلق چند باتیں عرض کرتا ہوں، حق تعالیٰ شانہ ہمارے قلوب میں صحیح استعداد پیدا فرمائے، اپنے اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سمجھنے، ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما کر ان کو قبول بھی فرمائے۔

عنایت الٰہی

یہ حق تعالیٰ شانہ کی خاص عنایت ہے کہ بعض مبارک اوقات کی محبت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دی ہے، باوجود اس کے کہ حق تعالیٰ شانہ کی عنایتیں ہر وقت انسان کے شامل حال رہتی ہیں، لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ جمعہ کا اجتماع، عام نمازوں سے زیادہ ہوتا ہے، رمضان مبارک میں مسلمانوں کی توجہ زیادہ ہوتی ہے، بہ نسبت اور مہینوں کے، اور اسی طرح جو خاص اہمیت کی راتیں ہیں، ان میں بھی ہماری رغبت زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت عام راتوں کے، یہ بھی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بندوں پر خاص عنایت ہے کہ اس کی خصوصی عنایت اور مغفرت کے جو مواقع ہیں، یا عنایت اور مغفرت کے جو اسباب ہیں ان کی محبت زیادہ ڈال

دی جاتی ہے، اور یہ عنایت یوں ہے کہ شاید اسی راستے سے کسی کا کچھ کام بن جائے۔ تو حق تعالیٰ شانہ نے ہمیں اس موقع پر جمع ہونے کی توفیق عطا فرمادی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہی توقع رکھنی چاہئے۔

نیکی زیادہ تو گناہ بھی!

لیکن اسی کے ساتھ دوسری بات بھی ذہن میں رکھو، تصویر کے دونوں پہلو سامنے رکھنے چاہئیں جس طرح خاص مقامات میں عبادت کا درجہ بڑھا ہوگا، اسی طرح ان مواقع پر گناہ کا وبال بھی دوسرے اوقات کی نسبت زیادہ ہوگا، چنانچہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ! اگر کوئی شخص کنویں میں پیشاب کرے تو بہت بری بات ہے، لیکن اگر کوئی شخص چاہ زمزم میں پیشاب کرے تو اس سے بدتر بات ہوگی، بلکہ نعوذ باللہ! کفر کے درجے تک پہنچنے والی بات ہوگی، اسی طرح اگر کوئی شخص عام مسجدوں کی بے حرمتی کرے تو بہت ہی بری بات ہوگی، لیکن خدانخواستہ اور نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ! اگر حرم شریف میں کوئی گستاخی اور بے ادبی کرے تو یہ اور زیادہ بدترین بات ہے، ایسے ہی آخر شب کا وقت، جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا وقت ہے اس وقت میں اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو بہت بڑا درجہ ہے، اور اگر کوئی نعوذ باللہ! اس وقت بدکاری کرے، یا چوری کرے تو اس کا بدترین ہونا ظاہر ہے، یہ ساری باتیں میں نے سمجھانے کے لئے عرض کی ہیں کہ جن اوقات یا مقامات میں عبادت کا درجہ بڑھا ہوا ہوتا ہے، ان مقامات میں یا اوقات میں گناہ کا درجہ بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے، اور ان اوقات میں گناہ کرنا زیادہ سنگین ہوتا ہے۔

ایک کی لاکھ مرغیاں

اس پر ہمارے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا لطیفہ یاد آیا کہ جب پہلے حج پر گئے تھے تو شاہ عبدالقادر قدس سرہ بھی ساتھ تھے اور مدینہ طیبہ جاتے ہوئے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے حضرت شیخ کو (یہ اس وقت نوجوان اور پورے قافلے میں سب سے زیادہ کم عمر تھے)

"اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ"

(کہ ائمہ قریش میں سے ہوں گے) کہہ کر امیر قافلہ بنادیا تھا، تو ایک موقع پر حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے ہاں مرغی پکائی گئی تھی، اور شیخ رحمہ اللہ اس وقت اتفاق سے موجود نہ تھے، ان کی شرکت نہ ہوسکی، حضرت رائے پوریؒ نے معذرت کی کہ آپ اس کھانے میں تشریف فرما نہیں تھے، تو بے تکلفی سے شیخ نے فرمایا کہ حضرت! آپ کو اس کا معاوضہ ادا کرنا پڑے گا، شاہ عبدالقادرؒ نے فرمایا کہ حضرت ضرور معاوضہ ادا کریں گے، شیخ نے کہا کہ حضرت! یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں کی ایک نیکی لاکھ نیکی کے برابر ہے، تو ایک مرغی کی لاکھ مرغیاں بنتی ہیں، چنانچہ حضرت رائے پوریؒ نے ساری عمر حضرت شیخ کا یہی قرض چکایا، وہیں سے خط

لکھنے شروع کر دیئے کہ شیخ کی ایک لاکھ مرغی ہمارے ذمے واجب ہے، اس کا انتظام کر رکھو۔ یہ تو میں نے لطیفہ عرض کر دیا کہ ایک مرغی کی لاکھ مرغیاں بنتی ہیں، حرم شریف میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک روپیہ خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک لاکھ روپیہ پاؤ گے، وہاں ایک دوگانہ ادا کرو گے تو ایک لاکھ دوگانہ کا ثواب ملے گا، اسی طرح عرض کر رہا ہوں کہ اگر خدانخواستہ کوئی الٹا چلے تو پھر بہت بری بات ہے، اس کا گناہ بھی اتنا ہی سنگین ہو گا۔

گناہوں سے بچنا زیادہ ضروری ہے

اسی کے ساتھ ایک بات اور ہے کہ آدمی نیکی چاہے تھوڑی کرے، لیکن برائی سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے، کیونکہ نیکی منافع کی چیز ہے، جتنا کمالو گے اتنا تمہارا زر مبادلہ بن جائے گا، لوگ دبئی، سعودی عرب جا کر کماتے ہیں اور گھر والوں کو خرچ بھیجتے ہیں یا پیسے جمع کر کے لاتے ہیں، یہ ہماری نیکیاں ہمارا زر مبادلہ ہیں، یہ وہاں آخرت میں ملے گا، کسی نے زیادہ کمالیا، زیادہ ملے گا، کم کمایا تو کم ملے گا، لیکن اگر برائیاں کرو گے تو یہ بہت سنگین بات ہے، نیکی تو چاہے تھوڑی کرو لیکن برائی سے بچنے کی زیادہ کوشش کرو، یہ دو باتیں ہو گئیں۔ میں ایک غلطی پر تنبیہ کرنا چاہتا ہوں کہ ان دونوں باتوں کی لوگ رعایت نہیں رکھتے، ایک تو یہ کہ نیکی کی رغبت ہوتی ہے اور ہونی چاہئے، عرض کر رہا ہوں کہ نیکی زر مبادلہ ہے، جتنی زیادہ آدمی نیکی کرے اتنی کم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر غفاریؓ کو ایک موقع پر فرما رہے تھے، حضرت ابوذرؓ بڑے زاہد صحابی تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کے مطلب اور ذوق کی باتیں فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا:

"یَا اَبَاذَرٍّ! خَفِّفِ الْحَمْلَ فَاِنَّ الْعَقَبَةَ کَئُوْدٌ، وَخُذِ الزَّادَ فَاِنَّ السَّفَرَ طَوِیْلٌ، وَاخْلِصُ الْعَمَلَ فَاِنَّ النَّاقِدَ بَصِیْرٌ۔"

ترجمہ: "اے ابوذر! بوجھ ذرا تھوڑا اٹھانا اس لئے کہ گھاٹی بڑی دشوار گزار ہے (جس گھاٹی پر تمہیں چڑھنا ہے وہ بڑی دشوار گزار ہے، ذرا بوجھ کم اور ہلکا رکھنا)، اور ذرا توشہ لے کر چلنا اس لئے کہ سفر بڑا لمبا ہے، اور عمل ذرا کھرا لے کر چلنا اس لئے کہ پرکھنے والا بہت سمجھ رکھنے والا ہے، اس کی نظر بڑی باریک ہے۔"

اگر کھوٹ ملا ہوا ہو گا تو نکال دیا جائے گا، وہاں کھوٹ نہیں چلتا ہمیں تو ہر چیز میں ملاوٹ کی عادت ہے، اور اخلاص کے معنی ہیں ملاوٹ نہ کرنا، یعنی اپنے عمل میں ملاوٹ مت کرو، خالص اللہ کی ذات کے لئے کرو، عمل بھی خالص ہو اور خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہو، لوگوں کو دکھانے یا ریا کے لئے، یا مخلوق کی خاطر نہ ہو، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "توشہ لے کر چلو اس لئے کہ سفر بہت لمبا ہے۔"

نیکی کرنا آسان ہے

ہم لوگوں کو نیکی کرنے کی طرف جتنی رغبت ہے، اتنا برائی سے بچنے کا اہتمام نہیں، یہ ایک عجیب بات ہے، میں تو اپنی بات کر رہا ہوں، آپ کی بات نہیں کر رہا، آپ اپنے طور پر اپنی حالت پر غور کر لیجئے، عام ذوق یہ ہے کہ نیکی کی طرف رغبت تو بہت ہوتی ہے، لیکن برائی سے بچنے کا اہتمام کم ہے۔ ہمارے حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس کی عجیب حکمت بیان فرمائی، فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ نیکی میں نفس اپنا کچھ حصہ لگالیتا ہے، کم از کم لذت ہی سہی، یا یوں خیال کر لیا جاتا ہے کہ تم اب اچھے آدمی بن گئے ہو کہ نیکی کا کام کرتے ہو، چنانچہ وہ اپنا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لگالیتا ہے، اس لئے نیکی پر لگنا تو اس کے لئے آسان ہے۔

گناہ کو چھوڑنا مشکل ہے:

لیکن برائی چھوڑنے میں چونکہ کوئی لذت نہیں، نہ ہی کسی کو پتہ چلتا ہے کہ اس نے برائی چھوڑی، نہ اس میں ریاکاری چل سکتی ہے اور نہ کچھ نفس کو لذت آسکتی ہے، نیکی ایک وجودی یعنی کرنے کا کام ہے، کوئی بھی کرے گا تو دوسرا اسے دیکھے گا، ریاکاری کا بھی اس میں احتمال، خود اپنے نفس کو بھی لذت، اس لئے نیکی کرنے کی طرف تو نفس کو رغبت ہوتی ہے، مگر برائی اور بدی چھوڑنے کی طرف رغبت نہیں ہوتی، اس لئے کہ اس میں لذت نہیں ہوتی، تو میں نے کہا:

ایک یہ کہ نیکی کا اہتمام چاہے تھوڑا کرو، لیکن بدی سے بچنے کا اہتمام زیادہ کرو۔

دوسری بات یہ کہ خصوصیت کے ساتھ مقدس مقامات میں، مقدس اوقات میں بدی کے کرنے سے زیادہ سے زیادہ ڈرو، چنانچہ جمعہ کے دن اور عصر کے بعد کا وقت بھی بہت زیادہ مبارک وقت ہوتا ہے، اس وقت میں بدی کا ارتکاب بہت بری بات ہے، رمضان المبارک کا مہینہ بہت ہی مبارک مہینہ ہے، بہت ہی مبارک وقت ہے۔ میرے پاس آج اکثر خطوط رمضان المبارک کے مسائل سے متعلق آرہے ہیں، لوگ پوچھتے ہیں کہ روزہ رکھ کر اگر فلمی گانا سن لیا جائے تو اس سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا؟ رمضان المبارک کی تقریریں تو رمضان المبارک میں ہوں گی، یہ درمیان میں ایک مثال کے طور پر بات آگئی، آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سنا ہوگا:

”مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَه وَشَرَابَه۔“ (مشکوٰۃ ص:۱۷۶)

ترجمہ: ”جو شخص روزہ رکھنے کے باوجود غلط کاری اور غلط بات کو نہیں چھوڑتا، تو اللہ تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں اور کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“

پٹاخے اور آتش بازی سنگین جرم ہے:

اسی طرح یہ شب برأت کی ساعت اور اوقات ہیں ان میں بھی گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے، مجھے ان پٹاخوں سے شدید تکلیف ہو رہی ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کار ثواب ہے، یا یوں سمجھتے ہوں گے کہ نہ ثواب ہے نہ گناہ ہے، لیکن میں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ آئندہ کے لئے کم از کم یہ معلوم کر لیجئے کہ یہ گناہ ہے، اگر یہ رات مبارک ہے تو جس طرح اس رات میں نیکی کرنے کا درجہ زیادہ ہے، اسی طرح برائی کرنے کا جرم بھی زیادہ ہے، اس لئے اس رات میں پٹاخے بجانا، آتش بازی کرنا یہ بہت ہی زیادہ سنگین جرم ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل عطا فرمائے۔ تو یہ ایک بات میں نے عرض کی، یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے کہ مبارک اوقات کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی اس عنایت کا ہمیں شکر کرنا چاہئے اور ساتھ کے ساتھ توقع اور امید بھی رکھنی چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ عنایت اور توفیق ہم پر فرمائی ہے، تو انشاءاللہ اس کو قبول بھی فرمائیں گے، اور ہمیں اپنی رحمت کا مورد بھی بنائیں گے۔ ان شاءاللہ!

شب برأت مانگنے کی رات ہے:

دوسری بات حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْزِلُ فِیْھَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ: اَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرُ لَہ ■ ، اَلَا مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقُہ، اَلَا مِنْ مُّبْتَلًی فَاُعَافِیْہِ، اَلَا کَذَا اَلَا کَذَا۔“ (مشکوٰۃ ص:۱۱۵)

ترجمہ: ”شعبان کی پندرھویں رات کو اللہ تعالیٰ قریب کے آسمان پر نزول فرماتے ہیں، اور یوں پکارتے ہیں: کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اس کی بخشش کر دوں، کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اس کو رزق دوں، کیا کوئی مبتلائے مصیبت ہے جو اس مصیبت سے بچنے کی درخواست کرے، میں اس کو عافیت عطا کر دوں، کیا کوئی فلاں قسم کا آدمی ہے، فلاں قسم کا آدمی ہے، ایک ایک ضرورت کا نام لے کر اللہ میاں پکارتے ہیں۔ تو اس رات میں کرنے کے دو کام ہیں، ایک تو جہاں تک ممکن ہو سکے عبادت کرو اور قرآن کریم کی تلاوت کرو، نماز پڑھنا سب سے افضل ہے، لیکن اگر بیٹھ کر تسبیحات پڑھنا چاہو تو یہ بھی جائز ہے، غرضیکہ اللہ کی یاد میں جتنا وقت بھی گزار سکتے ہو، گزارو، باقی سونے کا تقاضا ہو تو سو جاؤ، فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ضرور پڑھ لو، تو ایک یہ کہ جہاں تک ممکن ہو سکے عبادت میں وقت گزارا جائے، اور دوسرے یہ کہ رات مانگنے کی ہے، کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگا جائے، مانگا کیا جائے؟ اس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرما دیا ہے، مختصر سی اس کی تشریح کر دیتا ہوں۔ مانگنے کی تین چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں، ایک تو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، دوسرے اللہ تعالیٰ سے رزق مانگو، اور

تیسرے اللہ سے عافیت مانگو، لیجئے خدا تعالیٰ نے کنجیاں تمہارے ہاتھ میں دے دی ہیں، جتنا چاہے کھولو اور لو، فرمایا ایک اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو۔ مغفرت مانگیئے: بھائی! مغفرت کے معنی ڈھانکنے کے ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے اندر جو کچھ ہے وہ ناپاکی اور گندگی کے سوا کچھ نہیں، چنانچہ ابھی چھیل دو تو خون نکلنے لگے گا، اور اگر خدانخواستہ پیٹ میں سوراخ ہو جائے تو پھر جو کچھ ہو گا وہ ظاہر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر اس حسین و جمیل چمڑے کا پردہ ڈال دیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ پاک سے پاک مجلسوں میں اور معزز مجلسوں میں ہم بیٹھتے ہیں، لیکن جو گندگیاں ہمارے اندر چھپی ہوئی ہیں، وہ اس پردے کی وجہ سے لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتیں، خدانخواستہ ہماری گندگیاں ظاہر ہونے لگیں تو ہم کسی شریفانہ محفل میں بیٹھنے کے لائق نہ ہوتے، یہ تو ظاہری چمڑے کی بات کر رہا ہوں، اور بالکل اسی طرح معنوی طور پر ہمارے اندر جو قصور، لغزشیں، خطائیں ہیں، جو جرائم اور گناہ ہم نے کئے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ستاری کا پردہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو فاش نہیں فرماتے، دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ستاری فرما رکھی ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں ایک چور لایا گیا، حکم فرمایا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دو کہ شریعت کا حکم ہے، چور ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہو گیا کہ امیر المؤمنینؓ میں نے پہلی دفعہ چوری کی ہے، آپؓ اس دفعہ تو مجھے معاف کر دیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ کے دشمن! تو جھوٹ بولتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کریم ہے کہ پہلی بار آدمی کو پکڑوا دیں، یہ اس کے کرم سے بعید ہے۔ جن لوگوں کے پردے فاش ہو جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے سامنے جری بن جاتے ہیں۔

ہاں اللہ کے حلم اور اس کی ستاری سے مغرور نہ ہو جاؤ، دھوکہ نہ کھا جاؤ، اس لئے کہ دیر سے پکڑیں گے لیکن جب پکڑیں گے تو سخت پکڑیں گے۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مطالعہ کر کے اپنا ایکسرے کرنا چاہئے، اپنے چمڑے کے نیچے کرید کر دیکھو تو نجاست ہی نجاست بھری ہوئی نظر آئے گی، یہ اوپر سے ہم پر اللہ تعالیٰ کی ستاری کا پردہ پڑا ہوا ہے، وگرنہ کوئی کرید کر دیکھے تو ہمارے گناہ، وساوس، خیالات، اور اندرونی جذبات وغیرہ تو اندر نجاست ہی نجاست ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی ستاری ہے کہ ہم پر پردہ ڈال دیا ہے، اگر کوئی جری ہو جاتا ہے تو تھوڑا سا پردہ اٹھا دیتے ہیں، اس کو اپنی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ تو ایسا ہے، اللہ تعالیٰ تو بہت ہی پردہ پوش اور ستار ہے، بقول شیخ سعدیؒ کے کہ: ”گناہ ببیند و پردہ پوشد بحلم“ گناہوں کو دیکھتا ہے، اور اپنے حلم کے ساتھ پردہ ڈالتا ہے۔ خدا کے سوا تم نے کوئی ایسا دیکھا کہ اس کے سامنے تم اس کا قصور کرو، اور وہ تمہیں رسوا کرنے پر بھی قادر ہو اور رسوا نہ کرے؟ تم سے انتقام لینے پر قادر ہو اور انتقام نہ لے؟ اللہ کی شان رحیمی و کریمی، ستاری و غفاری ہے کہ ہم سراپا قصور و عیب ہیں، گناہ کرتے ہیں، مسلسل کرتے ہیں، اور بے دھڑک، بغیر جھجھک اور بغیر وقفے کے کرتے ہیں، لیکن اللہ میاں پردے ڈالتے چلے جاتے ہیں، تم نادان ہو لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں لوگوں کے سامنے رسوا نہیں کرتا، یہ ہے اللہ کا پردہ ڈالنا، اس پردہ ڈالنے کو مغفرت اور بخشش کہتے ہیں، اگر یہ پردہ دنیا میں ہی رہا، اور آخرت میں یہ پردہ اٹھا لیا گیا تو سمجھو کہ پکڑ ہو گئی لیکن اگر اللہ رب

العزت نے دنیامیں پردہ ڈالے رکھا،اوراسی طرح آخرت میں بھی پردہ ڈال دیااور ہمارے عیوب کو مخلوق کے سامنے ظاہر نہ فرمایاتو اس کو بخشش اور مغفرت کہتے ہیں، عیوب تو ہمارے ذاتی نقائص ہیں، وہ تو ہم سے جدا نہیں ہو سکتے، جیسے ممکن نہیں ہے کہ انسان کے بدن کو چھیلو اور اندر سے خون وغیرہ نہ نکلے، اسی طرح ہماری عبدیت اور بندگی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم سے لغزشیں، خطائیں، کوتاہیاں ہوتی ہیں، یہ ہمارا لازمۂ ذات ہے، حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت سے جیسے ان تمام چیزوں پر دنیا میں پردہ ڈال رہے ہیں، آخرت میں بھی ڈال دیں تو اس کو مغفرت کہتے ہیں، اب ایک تو اس رات میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش مانگو۔ ایک بات یاد آگئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے:

"اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنِیْ فَاِنَّکَ بِیْ عَالِمٌ وَّلَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ۔" (کنزالعمال ج:۲ حدیث:۵۱۲۳)

ترجمہ: "اے اللہ مجھے رسوانہ کیجئے، کیونکہ آپ مجھے جانتے ہی ہیں، اور مجھے عذاب اور سزانہ دیجئے اس لئے کہ آپ مجھ پر قادر ہیں (جب چاہیں عذاب دے سکتے ہیں، آپ کی قدرت ہے)۔"

اسی طرح ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے درخواست فرماتے ہیں:

"یَا مَنْ لَّا تَضُرُّہُ الذُّنُوْبُ وَلَا تَنْقُصُہُ الْمَغْفِرَۃ، ھَبْ لِیْ مَا لَا یَنْقُصُکَ وَاغْفِرْ لِیْ مَا لَا یَضُرُّکَ۔" (اتحاف ج:۵ ص:۸۱)

ترجمہ: "اے وہ ذات جس کو بندوں کے گناہ کوئی نقصان نہیں پہنچاتے، اور جس کے خزانے میں، مغفرت کوئی نقص اور کمی پیدا نہیں کرتی (اگر اللہ تعالیٰ سب مجرموں کو یک قلم بخش دیں تو کچھ نقصان بھی نہیں ہوا) مجھ کو وہ چیز عطا فرمادے جو آپ کے خزانوں میں کمی نہیں کرتی اور مجھ کو وہ چیز معاف فرمادے جو آپ کو نقصان نہیں پہنچاتی (یعنی میرے گناہوں کو معاف فرمادے)۔" تو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو جیسے بھی مانگ سکتے ہو، اور یوں سمجھ کر مانگو کہ وہ ہمارا خدا ہے، ہم اس کے بندے ہیں، کسی اجنبی سے معاملہ نہیں ہو رہا، اپنے خدا سے ہو رہا ہے، اپنے رب سے مانگ رہے ہیں، ہمارا کام ہی مانگنا ہے، اور اس کا کام عطا کرنا ہے، بلبلا کر مانگو، گڑگڑا کر مانگو، امید کے ساتھ مانگو، اللہ تعالیٰ مجھے معاف کردے، کوئی بے ادبی کا لفظ نہ ہو، وہ ہمارے مالک اور خدا ہیں، ہمیں اپنے خدا پر ناز ہونا چاہئے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ایک تو بخشش مانگو اور جس کا خلاصہ میں نے عرض کردیا کہ یا اللہ! دنیا اور آخرت میں ہمارے عیوب اپنی مخلوق کے سامنے ظاہر فرما کر ہمیں رسوانہ فرمایئے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے:

"اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْآخِرَۃِ۔" (کنزالعمال ج:۲ حدیث:۳۶۲۴)

ترجمہ:..."اے اللہ! تمام امور میں ہمارا انجام اچھا کر، اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ فرما۔" کیونکہ آخرت میں جس کو رسوا کریں گے اس کو عذاب دیئے بغیر نہیں چھوڑیں گے، یااللہ! ہماری خطاؤں سے در گزر فرما کر دنیا کی رسوائی اور آخرت کی رسوائی اور عذاب سے بچالیجئے، نہ دنیا میں ہمارا پردہ لوگوں میں فاش کیجئے اور نہ آخرت میں ہمارا پردہ اپنی مخلوق کے سامنے فاش کیجئے، یااللہ! ہماری بخشش فرمادیجئے، اور اگلے پچھلے، چھوٹے بڑے جتنے گناہ ہیں، ان سب کی معافی مانگو، اس طرح مانگو کہ گویا آج تو سارے قرضے بے باق کر کے جانا ہے، آج سارا معاملہ نمٹا کے جانا ہے۔

رزق مانگیئے

دوسرا رزق مانگیں، کیونکہ اعلان ہوتا ہے:

"اَلَا مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقُہ۔"

کیا ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ اس کو میں رزق دوں، بھائی ہم تو رزق اسی روٹی پانی کو سمجھتے ہیں، اور اس میں لوگ پریشان بھی بہت ہیں، اپنی اپنی سمجھ اور اپنا اپنا خیال ہے، تاہم جہاں تک تمہارا تصور جاسکتا ہے، وہاں تک رزق کے حدود پھیلے ہوئے ہیں، دنیاوی یا اخروی، جسم یا روح کی بقا کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو سامان پیدا فرمائے ہیں، اور جن پر انسان کی بقا کا دارومدار ہے وہ ساری کی ساری چیزیں رزق کہلاتی ہیں، روٹی پانی بھی اس میں داخل ہے، یہ جسم کی نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کر رکھی ہیں، یہ بھی اس میں داخل ہیں، اور پھر ارد گرد جو چیزیں پھیلی ہوئی ہیں، وہ بھی اس میں داخل ہیں، ظاہری چیزیں بھی داخل ہیں، باطنی چیزیں بھی داخل ہیں، رزق کا لفظ ایسا جامع ہے کہ ہماری ضرورت کی کوئی چیز اس سے باہر نہیں ہے، اور کہا یہ جارہا ہے:

"اَلَا مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقُہ۔"

کیا ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اس کو رزق دوں، ہماری سمجھ چونکہ بہت ناقص ہے، تو الفاظ بھی ایسے گول مول سے استعمال کر لئے جائیں، جو ہمارے سامنے اہم چیزیں ہوں وہ تو ہم نام لے کر مانگ لیں کہ:

اے اللہ! ہماری فلاں ضرورت ہے، وہ پوری کر دیجئے، لیکن جب ہم ان چیزوں کو مانگ لیں تو اتنا ضرور کہہ دیں کہ یااللہ! آپ کے رزق کی حدود جہاں تک پھیلی ہوئی ہیں وہ ساری کی ساری چیزیں مانگتے ہیں، تاکہ کوئی چیز بھی پیچھے نہ رہے۔

حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بات چیت کرنے کے لئے تشریف لائے، اس وقت حضرت عائشہؓ کچھ دعا مانگ رہی تھیں، آپ نے حضرت عائشہؓ کو بات کرنے کے لئے ایک طرف کر دیا اور بعد میں فرمایا: عائشہؓ! تم دعا مانگ رہی تھیں، تمہیں اپنی دعا درمیان میں چھوڑ دینی پڑی، تمہیں ایک جامع سی دعا بتادوں یعنی چھوٹے

الفاظ میں بہت بڑی دعا آجائے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ضرور بتادیجئے! فرمایا: جو کچھ مانگنا ہے اللہ تعالیٰ سے مانگ لیا کرو، اور بعد میں دعا کر لیا کرو:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔" (ترمذی ج:۲ ص:۱۹۲)

ترجمہ: "یااللہ! میں آپ سے خیر کی تمام چیزیں مانگتی ہوں جو آپ سے آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہیں، اور آپ سے شر کی ان تمام باتوں سے پناہ مانگتی ہوں جس سے آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔" لیجئے پیچھے رہ کیا گیا؟ بھائی رزق مانگو اللہ تعالیٰ سے خوب مانگو، جب وہ خود بلوا رہے ہیں کہ آؤ لے جاؤ، تو پھر کیوں نہ مانگیں؟ جو آپ مانگ سکتے ہیں اور جو کچھ آپ کے ذہن میں ہے، مانگ لیں، کوئی ضرورت ہو، کوئی تقاضا ہو، اور یہ خیال نہ کرو کہ یہ چیز کہاں مل سکتی ہے؟ مشکوٰۃ شریف میں حدیث قدسی ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

" یَا عِبَادِیْ! لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْکُمْ مَا زَادَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا۔ یَا عِبَادِیْ! لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْکُمْ مَا نَقَصَ ذَالِکَ مِنْ مُلْکِیْ شَیْئًا . . . . . الخ." (مشکوٰۃ)

ترجمہ:..."اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ: اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور تمہارے آخر، تمہارے پہلے، تمہارے پچھلے، تمہارے مرد، تمہاری عورتیں، تمہارے چھوٹے، تمہارے بڑے، تمہارے انسان، تمہارے جن، سارے کے سارے مل کر سب سے متقی آدمی کی مثال بن جائیں تو میری خدائی میں مچھر کے پر کے برابر بھی اضافہ نہیں ہوگا، اور اگر تمہارے پہلے، تمہارے پچھلے، تمہارے مرد، عورت، چھوٹے، بڑے اور انسان و جن سارے مل کر تم میں سب سے جو زیادہ برا آدمی ہے اس جیسے بن جائیں، تو میری خدائی میں مچھر کے پر کے برابر نقصان نہیں ہوگا۔" بھائی! یہ تمہاری جمہوری گور نمنٹیں تھوڑی ہیں، جو ووٹوں سے بنتی ہوں، وہ تو خدا کی خدائی ہے۔ لہٰذا تمہارے پہلے، پچھلے، مرد، عورت، چھوٹے، بڑے، انسان، جن، سارے کے سارے مل کر جو کچھ کسی کے جی میں آئے وہ مجھ سے مانگنے لگیں اور میں اس کو دینے لگوں تو میرے خزانوں میں مچھر کے پر کے برابر کمی نہیں ہوگی، یہ خیال مت کرو کہ یہ چیز بہت بڑی ہے، کیا مانگیں گے؟ مادی نعمتیں مانگنی چاہتے ہو تو وہ بھی مانگ لو، معنوی نعمتیں مانگنی چاہتے ہو تو وہ بھی مانگ لو، (لیکن محمود غزنویؒ والی بات کیوں نہ کی جائے) اس سلسلہ میں دو مثالیں عرض کر دیتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی آئے، اور عرض کیا کہ میرے لئے دعا فرمادیجئے یعنی اللہ تعالیٰ میری دعائیں قبول کر لیا کریں کہ میں مستجاب الدعوات بن جاؤں، دوسرے لفظوں میں وہ سارا کچھ سمیٹ کر لے گئے کہ ایک آدھ کیا دعا کروائیں، جب دعا کروانی ہے تو ایسی کروائیں کہ ساری چیزیں آجائیں۔ محمود غزنویؒ سے لوگوں نے ایاز کے بارے میں شکایت

کی تھی کہ آپ ان کو بہت مانتے ہیں، آخر کیوں؟ محمود غزنویؒ نے کہا: اچھا! اس کی وجہ بتائے دیتے ہیں، چنانچہ ایک مرتبہ اس نے ہیرے، جواہرات بکھیر دیئے اور کہا جو کوئی لوٹنا چاہے، یا لینا چاہے لے لے، جب اذن عام ہو گیا تو سارے اٹھ کر چیزیں لینے لگے، ایاز جہاں کھڑا تھا وہاں کھڑا رہا، محمود غزنویؒ نے اس سے کہا: ایاز! تمہیں بھی اجازت ہے، جو کچھ لینا چاہتے ہو لے لو، انہوں نے بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا: میں نے یہ لے لیا ہے، جب آپ نے خود کہا ہے جو چاہو لے لو، میں نے تو بادشاہ ہی کو لے لیا۔ بھائی! خدا سے جو چاہو گے ملے گا، لیکن اگر خدا سے خود خدا ہی کو مانگ لو تو کیا وہ نہیں ملے گا؟ ضرور ملے گا! اور جس کو خدا ہی مل گیا تو پیچھے کیا رہ گیا؟ تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو تمہارے جی میں ہو، زور، قوت اور یقین کے ساتھ مانگو، جائز مانگو، ناجائز مت مانگو، کوئی پابندی نہیں ہے، ضرور ملے گا، خزانہ عام ہے، اور جب وہ خود کہہ رہے ہیں، انشاءاللہ روکیں گے نہیں۔ میں کہتا ہوں ساری چیزیں مانگ لو، اور ایک چیز مانگنے کی نہ چھوڑ دینا، وہ یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا مانگ لو،

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ۔"

یااللہ! میں تجھ سے تیری رضا چاہتا ہوں۔ اور وہ راضی ہو گئے، ان کی رضا مل گئی تو سب کچھ مل گیا، خدا کی قسم! اس کی رضا کے بعد پھر پیچھے کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی اور خدانخواستہ نعوذ باللہ! استغفر اللہ! توبہ! توبہ! اگر اس کی رضا نصیب نہیں ہوئی، پھر اگر تخت سلیمانی بھی دے دیا جائے، تو لغو اور لایعنی ہے، اس کی رضا کے بغیر کسی چیز کی کوئی قیمت نہیں، تو دوسری چیز مانگنے کی رزق ہے، اور میں نے کہا کہ رزق کا مفہوم بہت وسیع ہے، دنیا اور آخرت کی ساری نعمتیں اس میں سمٹ آتی ہیں، اور ان نعمتوں کا اصل الاصول اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے، اور اللہ کی رضامندی مشروط ہے ایمان اور اہل اللہ کی صحبت اور معیت کے ساتھ، اس لئے اللہ کی رضامندی مانگو تو ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی مانگو کہ: یااللہ! اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایمان صحیح نصیب فرما، ایمان کامل نصیب فرما، تقویٰ نصیب فرما، اپنے نیک اور مقبول بندوں کا دنیا اور آخرت میں ساتھ نصیب فرما، اور ان کے نقش قدم پر چلا۔ اللہ والوں کے ساتھ چلو گے تو اللہ تک ضرور پہنچو گے، بھائی جو راستہ جانتا ہو تم اس کے ساتھ ہو لیتے ہو، جب اس کے ساتھ ساتھ چلتے رہو گے جب وہ پہنچے گا تو تم بھی پہنچ جاؤ گے، اس لئے کہ وہ راستہ جانتا ہے، اور تم جانتے نہیں، جب تم اس کے ساتھ چلے اور وہ تو راستہ جانتا تھا، وہ پہنچ گیا، تو تم بھی ساتھ پہنچ گئے، حالانکہ تم جانتے نہیں تھے۔ اہل اللہ کے ساتھ چلو گے، اللہ والے تو اللہ تک پہنچیں گے، مگر تمہیں بھی ساتھ لے کر کے پہنچیں گے، انشاءاللہ! اور یہی راز ہے:

"اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔"

میں، کہ یااللہ! ہمیں چلا سیدھی راہ پر یعنی راہ ان کی جن پر تو نے انعام کیا۔ اس میں صرف سیدھی راہ کی دعا نہیں سکھائی، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی راہ بتائی ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، جن حضرات پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا، جس راہ پر وہ چلے ہیں

ان کی راہ پر چلو گے تو ممکن نہیں جہاں وہ پہنچے ہیں وہاں تم نہ پہنچو۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ اصل الاصول اور مقصد المقاصد، غایۃ الغایات آخری اور چوٹی کی چیز ہے اللہ کی رضا اور اسی کو فرمایا:

"رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہ۔"

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، اسی کو فرمایا ہے:

"یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ۔"

اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف لوٹ جا، "رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً" تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی،

"فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔"

میرے بندوں میں داخل ہو جا، میری جنت میں داخل ہو جا، میرے بندے میری رضا کا مورد ہیں اور میری جنت میری رضا کا محل ہے۔

عافیت مانگیئے

اور تیسری چیز عافیت ہے، جس کی نشاندہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، عافیت کا معنی ہے مکروہ اور ناپسندیدہ چیزوں سے حفاظت، جیسے مصیبتیں، بیماریاں، دکھ درد، پریشانیاں اور رنجش وغیرہ یہ ساری چیزیں جو انسان کو ناگوار گزرتی ہیں، ان سے بچا لینا اس کو عافیت کہتے ہیں، اور پھر عافیت کی دو صورتیں ہیں۔

ایک صورت تو یہ ہے کہ آدمی کسی تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہو اور اللہ سے یہ مانگے کہ یا اللہ! مجھے تکلیف سے نجات عطا فرما۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی تکلیف اور کسی مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ سے مانگے کہ یا اللہ! مجھے اس تکلیف سے بچانا اور اس سے حفاظت فرمانا، حدیث میں ہے: **"اَلَا مِنْ مُّبْتَلًی فَأُعَافِیْہِ۔"** کیا ہے کوئی مبتلا کہ میں اس کو عافیت دوں، معلوم ہوا کہ جو شخص کسی مصیبت میں، کسی تکلیف، کسی رنج میں مبتلا ہو چکا ہے وہ بھی مایوس نہ ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگے، اللہ تعالیٰ اس کو عافیت عطا فرمائیں گے، اور اس کے ساتھ جو مصائب ابھی نازل نہیں ہوئے ان سب سے اجمالی طور پر عافیت مانگے، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو کہ یا اللہ! میں فلاں فتنے سے تیری پناہ، اور فلاں فلاں مصیبتوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں، سب سے اللہ کی پناہ میں آجاؤ، سب سے بڑی دولت اللہ کی رضامندی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عافیت ہے، یہ رضا اور عافیت دو چیزیں جس کو مل گئیں تو سب کچھ مل گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

”سَلُو اللہَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ۔ فَاِنَّ اَحَدًا لَمْ یُعْطَ بَعْدَ الْیَقِیْنِ خَیْرًا مِّنَ الْعَافِیَۃِ۔“ (کنز العمال ج:۲ حدیث:۳۲۰۹)

یعنی اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو! اس لئے کہ ایمان و یقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں جس کو آدمی مانگے۔ جن پریشانیوں میں ہم مبتلا ہیں، ان سے بھی اور جن پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں ان سے بھی، بس انہی معروضات پر ختم کرتا ہوں، آپ حضرات دعا فرمائیں حق تعالیٰ شانہ ہمیں ایمان صحیح نصیب فرمائے، اپنی رضا نصیب فرمائے، ہماری بخشش فرمائے، اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جو کچھ عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے جو کچھ مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں سب کچھ نصیب فرمائے، آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

قبولیتِ دُعا کی پانچ راتیں!
امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی:
”بلاشبہ پانچ راتوں میں دُعا (زیادہ) قبول ہوتی ہے:
1 جمعہ کی رات (شبِ جمعہ)
2 عیدالاضحیٰ کی رات
3 عیدالفطر کی رات
4 رجب کی پہلی رات
5 شعبان کی پندرہویں رات
اور ان راتوں سے متعلق جو بیان کیا گیا
ہے میں اُسے مستحب سمجھتا ہوں نہ کہ فرض۔“
(الأم للامام الشافعی: الجزء1، صفحہ264)

ماہِ شعبان، شب براءت اور ہماری بے اعتدالیاں

مولانا ابو جندل قاسمی

ماہِ شعبان ایک بابرکت مہینہ ہے، ''شعبان'' عربی زبان کے لفظ ''شَعَّبَ'' سے بنا ہے، جس کے معنی پھیلنے کے آتے ہیں اور چوں کہ اس مہینے میں رمضان المبارک کے لیے خوب بھلائی پھیلتی ہے اسی وجہ سے اس مہینے کا نام ''شعبان'' رکھا گیا۔ (عمدۃ القاری، باب صوم شعبان ۱۱/۱۱۶، فیض القدیر ۲/۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے کے اکثر حصے میں روزے رکھتے تھے؛ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم اِسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُه فِيْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِيْ شَعْبَانَ (صحيح بخارى ۲۶۴/۱، صحيح مسلم ۳۶۵/۱)

میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے (پورے اہتمام کے ساتھ) رمضان المبارک کے علاوہ کسی پورے مہینے کے روزے رکھے ہوں اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ کسی مہینے میں شعبان سے زیادہ نفلی روزے رکھتے ہوں۔ ایک اور حدیث میں فرماتی ہیں:

كَانَ اَحَبُّ الشُّهُورِ اِلٰى رسولِ الله صلى الله عليه وسلم أن يَّصومَه شَعْبَان ثُمَّ يَصِلُه بِرَمَضَانَ (كنزالعمال حديث ۲۴۵۸۴)

رسول اللہ ﷺ کو تمام مہینوں سے زیادہ یہ بات پسند تھی کہ شعبان کے روزے رکھتے رکھتے رمضان سے ملادیں۔

اسی طرح حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو شعبان اور رمضان کے سوا لگاتار دو مہینے روزے رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ (ترمذی شریف ۱/۱۵۵) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے پورے مہینے کے ساتھ ساتھ شعبان کے بھی تقریباً پورے مہینے کے روزے رکھتے تھے اور بہت کم دن ناغہ فرماتے تھے۔

ماہِ شعبان میں روزے کی حکمتیں

ماہِ شعبان میں رسول اللہ ﷺ کے زیادہ نفلی روزے رکھنے کے کئی اسباب اور کئی حکمتیں بیان کی گئی ہیں، علامہ محب طبریؒ نے چھ حکمتیں بیان فرمائی ہیں، (عمدۃ القاری ۱۱/۱۱۹) جن میں سے چار حکمتیں وہ ہیں جن کی طرف احادیث میں بھی اشارہ کیا گیا ہے، انھیں کو یہاں ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

(۱) رمضان کی تعظیم اور روحانی تیاری

چناں چہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ:

"اَیُّ الصَّوْمِ افضَلُ بَعْدَ رَمَضَانَ قالَ شعبانُ لِتَعْظِیْمِ رمضَانَ"

ترجمہ: رمضان المبارک کے بعد افضل روزہ کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: رمضان کی تعظیم کے لیے شعبان کا روزہ، الخ (ترمذی شریف ۱/۱۴۴، باب فضل الصدقہ) یعنی رمضان المبارک کی عظمت، اس کی روحانی تیاری، اس کا قرب اور اس کے خاص انوار و برکات کے حصول اور ان سے مزید مناسبت پیدا کرنے کا شوق اور داعیہ ماہِ شعبان میں کثرت کے ساتھ نفلی روزے رکھنے کا سبب بنتا تھا اور شعبان کے ان روزوں کو رمضان کے روزوں سے وہی نسبت ہے جو فرض نمازوں سے پہلے پڑھے جانے والے نوافل کو فرضوں سے ہوتی ہے۔ (الطائف المعارف لابن رجب ۱/۱۳۸، معارف الحدیث ۴/۱۵۵)

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف اعمال کا اٹھایا جانا

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شعبان کا مہینہ رجب اور رمضان کے درمیان کا مہینہ ہے، لوگ اس کی فضیلت سے غافل ہیں؛ حالاں کہ اس مہینے میں بندوں کے اعمال پروردگارِ عالم کی جانب اٹھائے جاتے ہیں، لہٰذا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل بارگاہِ الٰہی میں اس حال میں پیش ہو کہ میں روزہ دار ہوں۔ (شعب الایمان حدیث ۳۸۲۰، فتح الباری ۴/۲۵۳)

(۳) مرنے والوں کی فہرست کا ملک الموت کے حوالے ہونا

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ماہِ شعبان میں اس کثرت سے روزے کیوں رکھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اس مہینے میں ہر اس شخص کا نام ملک الموت کے حوالے کر دیا جاتا ہے جن کی روحیں اس سال میں قبض کی جائیں گی؛ لہٰذا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا نام اس حال میں حوالے کیا جائے کہ میں روزے دار ہوں۔ (مسند ابو یعلی حدیث ۴۹۱۱، فتح الباری ۴/۲۵۳)

(۴) ہر مہینے کے تین دن کے روزوں کا جمع ہونا

ایک حکمت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ تقریباً ہر مہینے تین دن یعنی ایامِ بیض (تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) کے روزے رکھتے تھے، (نسائی شریف ۱/۲۵۷) لیکن بسا اوقات سفر وضیافت وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ جاتے اور وہ کئی مہینوں کے جمع ہو جاتے، تو ماہِ شعبان میں ان کی قضا فرماتے؛ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حدیث شریف مروی ہے کہ:

"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يَصُوْمُ ثَلاثَةَ ايامٍ من كُلِّ شَهْرٍ فَرُبَّمَا اَخَّرَ ذٰلِكَ حَتّٰى يَجْتَمِعَ عَلَيْهِ صَومُ السَّنَةِ فَيَصُوْمُ شعبانَ" (روضة المحدثين ۳۴۹/۲، نيل الاوطار ۳۳۱/۴).

فائدہ(۱): مندرجہ بالا احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کئی حکمتوں کی وجہ سے شعبان میں کثرت کے ساتھ روزے رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِنْ شَعْبَانَ فَلاَ تَصُوْمُوْا (ترمذی شریف ۱۵۵/۱، جامع الاحاديث ۳۴۵/۲)

جب آدھا شعبان باقی رہ جائے تو روزے مت رکھو۔ تو علماء نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس حدیث شریف میں ممانعت ان لوگوں کے لیے ہے جن کو روزہ کمزور کرتا ہے، ایسے لوگوں کو اس حدیث شریف میں یہ حکم دیا گیا کہ نصف شعبان کے بعد روزے مت رکھو؛ بلکہ کھاؤ پیئو اور طاقت حاصل کرو؛ تاکہ رمضان المبارک کے روزے قوت کے ساتھ رکھ سکو اور دیگر عبادات نشاط کے ساتھ انجام دے سکو اور نبی کریم ﷺ چوں کہ طاقت ور تھے، روزوں کی وجہ سے آپ ﷺ کو کمزوری لاحق نہیں ہوتی تھی؛ اس لیے آپ ﷺ نصف شعبان کے بعد بھی روزے رکھتے تھے اور امت میں سے جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہیں اور روزے ان کو کمزور نہیں کرتے وہ بھی نصف شعبان کے بعد روزے رکھ سکتے ہیں، ممانعت صرف ان لوگوں کے لیے ہے جن کو کمزوری لاحق ہوتی ہے۔ (فتح الباری ۴/۲۵۳، تحفۃ الالمعی ۳/۱۱۱)

فائدہ(۲): ماہِ شعبان کے روزے صحیح روایات سے ثابت ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی؛ لہٰذا شعبان کے کم از کم پہلے نصف حصے میں روزے رکھنے چاہئیں اور اس سنت کو زندہ کرنا چاہیے؛ اگرچہ یہ روزے نفلی ہیں نہ رکھنے پر کوئی مواخذہ نہیں۔

شبِ براءت کی فضیلت واہمیت

ماہِ شعبان کی پندرہویں شب ''شبِ برأت'' کہلاتی ہے، براءت کے معنی ''رستگاری وچھٹکارا'' کے ہیں، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں: شب برأت کو شب برأت اس لیے کہتے ہیں کہ اس رات میں دو قسم کی براءت ہوتی ہے: (۱) ایک براءت تو بدبختوں کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ (۲) دوسری براءت خدا کے دوستوں کو ذلت وخواری سے ہوتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین، ص۴۵۶)

نیز فرمایا کہ جس طرح مسلمانوں کے لیے اس روئے زمین پر عید کے دو دن (عیدالفطر وعیدالاضحی) ہیں، اسی طرح فرشتوں کے لیے آسمان پر دو راتیں (شبِ براءت وشبِ قدر) عید کی راتیں ہیں۔ مسلمانوں کی عید دن میں رکھی گئی؛ کیوں کہ وہ رات میں سوتے ہیں اور فرشتوں کی عید رات میں رکھی گئی؛ کیوں کہ وہ سوتے نہیں۔ (غنیۃ الطالبین، ص۴۵۷)

احادیث شریفہ میں شبِ براءت کی بہت زیادہ فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے، جن میں سے چار حدیثیں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) بے شمار لوگوں کی مغفرت:

عَنْ عَائِشَةَ قالت فَقَدتُّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم لَيْلَةً فَخَرَجْتُ فَإِذَا هُوَ بِالبَقِيْعِ فَقَالَ أَكُنْتِ تَخَافِيْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللهُ عَلَيْكِ؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! ظَنَنْتُ اَنَّكَ اَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ فَقَالَ اِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وتَعَالٰى يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِاَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ . (ترمذی شریف ۱۵۶/۱، ابن ماجہ ،ص۹۹)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں: میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کو اپنے بستر پر نہ پایا، تو میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلی، تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ بقیع (مدینہ طیبہ کا قبرستان) میں ہیں، آپ ﷺ نے (مجھے دیکھ کر) ارشاد فرمایا: کیا تو یہ اندیشہ رکھتی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تیرے ساتھ بے انصافی کرے گا؟ (یعنی تیری باری میں کسی دوسری بیوی کے پاس چلا جائے گا؟) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے یہ خیال ہوا کہ آپ اپنی کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور قبیلۂ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ (بنوکلب عرب کا ایک قبیلہ تھا، عرب کے تمام قبائل سے زیادہ اس کے پاس بکریاں ہوتی تھیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۳۳۹/۳)

(۲) صبح تک اللہ تعالیٰ کی ندا:

عَنْ عَلِيِّ بنِ اَبِیْ طالبٍ قال قال رسولُ اللهِ صلی اللهُ علیہ وسلم اِذَا کانَتْ لَیْلَۃُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوا لَیْلَھَا وصُوْمُوْا نَھَارَھَا فَاِنَّ اللهَ یَنْزِلُ فِیْھَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلٰی سَمَاءِ الدُّنْیَا فیَقُولُ اَلاَ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِیْ فَاَغْفِرَ لَہ اَلاَ مِنْ مُسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَہ اَلاَ مُبْتَلاً فَاُعَافِیْہِ کَذَا اَلاَ کَذَا حتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ ۔ (ابن ماجہ ص۹۹، شعب الایمان ۳۷۸/۳، حدیث ۳۸۲۲)

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جب نصف شعبان کی رات آجائے تو تم اس رات میں قیام کیا کرو اور اس کے دن (پندرہویں تاریخ) کا روزہ رکھا کرو؛ اس لیے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ سورج غروب ہونے سے طلوعِ فجر تک قریب کے آسمان پر نزول فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا ہے کوئی مجھ سے مغفرت طلب کرنے والا جس کی میں مغفرت کروں؟، کیا ہے کوئی مجھ سے رزق کا طالب کہ میں اس کو رزق عطا کروں؟ کیا ہے کوئی کسی مصیبت یا بیماری میں مبتلا کہ میں اس کو عافیت عطا کروں؟ کیا ہے کوئی ایسا؟ کیا ہے کوئی ایسا؟ اللہ تعالیٰ برابر یہ آواز دیتے رہتے ہیں؛ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا ہے۔

(۳) کن لوگوں کی مغفرت نہیں ہوتی:

عَنْ اَبِیْ مُوسیٰ الاشْعَرِیِّ عَنْ رسولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اِنَّ اللهَ لَیَطَّلِعُ فی لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِجَمِیْعِ خَلْقِہ اِلاَّ لِمُشْرِکٍ او مُشَاحِنٍ ۔ (سنن ابن ماجہ ص۹۹، شعب الایمان للبیہقی ۳۸۲/۳)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جھانکتے ہیں یعنی متوجہ ہوتے ہیں نصف شعبان کی رات میں، پس اپنی تمام مخلوق کی مغفرت فرمادیتے ہیں سوائے مشرک اور کینہ رکھنے والے کے۔

اہم فائدہ: ''مشاحن'' کی ایک تفسیر اس بدعتی سے بھی کی گئی ہے جو مسلمانوں کی جماعت سے الگ راہ اپنائے (مسند اسحاق بن راہویہ ۹۸۱/۳، حاشیہ ابن ماجہ ص۹۹) حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کی روایت میں ''زانیہ'' بھی آیا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت میں ''رشتہ داری توڑنے والا، ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانے والا، ماں باپ کا نافرمان اور شراب کا عادی'' بھی آیا ہے اور بعض روایات میں عشّار، ساحر، کاہن، عرّاف اور طبلہ بجانے والا بھی آیا ہے۔ گویا احادیث شریفہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عام مغفرت کی اس مبارک رات میں چودہ (۱۴) قسم کے آدمیوں کی مغفرت نہیں ہوتی؛ لہٰذا ان لوگوں کو اپنے احوال کی اصلاح کرنی چاہیے: (۱) مشرک، کسی بھی قسم کے شرک میں مبتلا ہو (۲) بغیر کسی شرعی وجہ کے کسی سے کینہ اور دشمنی رکھنے والا (۳) اہل حق کی جماعت سے الگ رہنے والا (۴) زانی و زانیہ (۵) رشتے داری توڑنے والا (۶) ٹخنوں سے نیچے اپنا کپڑا لٹکانے والا (۷) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا (۸) شراب یا کسی دوسری چیز کے ذریعے نشہ کرنے والا (۹) اپنا یا کسی دوسرے کا قاتل (۱۰) جبراً

ٹیکس وصول کرنے والا(۱۱)جادو گر(۱۲)ہاتھوں کے نشانات وغیرہ دیکھ کر غیب کی خبریں بتانے والا(۱۳)ستاروں کو دیکھ کر یا فال کے ذریعے خبر دینے والا(۱۴)طبلہ اور باجا بجانے والا۔(شعب الایمان ۳۸۲/۳، ۳۸۳،الترغیب والترہیب ۷۳/۲، مظاہر حق جدید ۲۲۱/۲، ۲۲۲)

(۴)پانچ راتوں میں دعا رد نہیں ہوتی:

عَنْ ابنِ عُمَر قال: خَمْسُ لَيَالٍ لاَ يُرَدُّ فِيْهِنَّ الدُّعَاءُ لَيلَةُ الجُمُعَة واَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَجَبَ وَلَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعبانَ ولَيْلَتَا الْعِيْدِ . (شعيب الايمان ۳۴۲/۳، حديث ۳۷۱۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: پانچ راتوں میں دعا رد نہیں ہوتی(ضرور قبول ہوتی ہے)جمعہ کی رات،ماہِ رجب کی پہلی رات،نصف شعبان کی رات،عیدین کی راتیں۔

شبِ براءت میں کیا کیا جائے؟

ان احادیث شریفہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شبِ برأت ایک بابرکت اور عظمت والی رات ہے،اگرچہ شبِ برأت کے متعلق ذخیرۂ احادیث میں جتنی حدیثیں آئی ہیں،وہ سب کمزور ہیں،ان کی سند محدثین کے اصول کے مطابق صحیح نہیں؛مگر چوں کہ یہ متعدد حدیثیں ہیں اور مختلف صحابہ کرامؓ(مثلاً:ابو بکر صدیقؓ،علی بن ابی طالبؓ،معاذ بن جبلؓ،ابو موسیٰ اشعریؓ،عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ،ابو ثعلبہ خشنیؓ،عثمان بن ابی العاصؓ اور عائشہ صدیقہؓ رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم)سے مختلف سندوں سے روایت کی گئی ہیں؛اس لیے یہ روایات کم از کم ''حسن لغیرہ'' کے درجے میں ہیں؛اسی لیے بعض اکابر محدثین نے کہا ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہے؛چناں چہ مشہور غیر مقلد عالم ''علامہ عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ''فرماتے ہیں:

''اِعْلَمْ اَنہ قد وَرَدَ فی فضیلةِ لیلةِ النِّصفِ من شعبان عدةُ احادیثَ مجموعُها یَدُلُّ علی اَنَّ لَهَا اَصْلاً''

پھر چند احادیث شریفہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''فهٰذه الأحاديث بِمَجْمُوعِهَا حُجَّةٌ علی من زَعَمَ اَنَّہ لم يَثْبُتْ فی فضيلة ليلةِ النِّصفِ من شعبانَ شیْءٌ''

یعنی یہ تمام حدیثیں مجموعی اعتبار سے اس شخص کے خلاف حجت ہیں جس نے گمان کیا کہ پندرہویں شعبان کی رات کی فضیلت کے سلسلے میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔(تحفۃ الاحوذی ۳۶۵/۳، باب ما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان)اسی وجہ سے اکثر بلاد اسلامیہ کے دین دار حلقوں میں ہر زمانے میں اس رات کے اندر عبادت،دعا اور استغفار نیز اس کی فضیلت سے فائدہ اٹھانے کا خصوصی

اہتمام کیا جاتا رہا ہے، اس خاص موقع پر کن کاموں کو کس طریقے پر کرنا چاہیے اور کن امور سے پرہیز کرنا چاہیے؟ ذیل میں ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

(۱) شب براءت میں عبادت کریں

اس سلسلے میں چند باتیں پیش نظر رہنی ضروری ہیں: (الف): نفلی عبادت تنہائی میں اور اپنے گھر میں ادا کرنا افضل ہے؛ لہٰذا شب براءت کی عبادت بھی گھر میں کریں، مسجد میں نہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِنْ صَلَاتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا" (بخاری شریف ۱۵۸/۱)

اپنی نماز کا کچھ حصہ اپنے گھروں میں بناؤ یعنی نوافل گھر میں ادا کرو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ کہ قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی (تحفۃ القاری ۵۰۷/۳)

(ب) اس رات میں (اسی طرح شب قدر میں بھی) عبادت کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں؛ ذکر و تلاوت، نفل نماز، صلاۃ التسبیح وغیرہ کوئی بھی عبادت کی جاسکتی ہے۔

(ج) اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق عبادت کرنی چاہیے، اتنا بیدار رہنا صحیح نہیں ہے کہ آدمی بیمار ہو جائے۔

(د) پورے سال فرض نماز کا اہتمام کیا جائے، صرف شب براءت میں نفلی عبادت کرکے اپنے کو جنت کا مستحق سمجھنا باطل خیال ہے، یوں اللہ تعالیٰ مختار کل اور قادر مطلق ہے جس کو چاہے معاف کر سکتا ہے۔

(ھ) بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس رات میں ایک مخصوص طریقے سے دو رکعت نماز پڑھ لی جائے تو جو نمازیں قضا ہو گئیں وہ سب معاف ہو جائیں گی۔ یہ بات بالکل بے اصل ہے۔

(و) شب براءت میں فضول گپ شپ میں شب بیداری کرنا، گلیوں، چوراہوں اور ہوٹلوں میں وقت گذارنا بالکل بے سود؛ بلکہ "نیکی برباد گناہ لازم" کا مصداق ہے۔

(۲) قبرستان جانے کا مسئلہ

حدیث شریف گذر چکی ہے کہ حضور ﷺ اس رات قبرستان تشریف لے گئے؛ مگر واضح رہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ عمل اس قدر خفیہ تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی اپنے جانے کو مخفی رکھا اور کسی بھی صحابیؓ کو اپنے

ساتھ نہیں لے گئے اور بعد میں بھی کسی صحابیؓ کو اس عمل کی ترغیب دینا ثابت نہیں؛ اس لیے شب براءت میں ٹولیوں کی شکل میں قبرستان جانا، اس کو شب براءت کا جزو لازم سمجھنا، راستوں میں روشنی کا اہتمام کرنا، یہ دین میں زیادتی اور غلو ہے، بغیر کسی اہتمام اور پابندی کے قبرستان جانا چاہیے!

(۳) پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا

حضرت علیؓ کی مندرجہ بالا حدیث شریف پر عمل کرتے ہوئے امت میں پندرہویں تاریخ کے روزہ رکھنے کا معمول رہا ہے۔ اگرچہ وہ حدیث باتفاقِ محدثین انتہائی ضعیف ہے؛ کیونکہ اس کے ایک راوی ''ابو بکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرہ'' پر حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے۔ تاہم اس حدیث شریف کو موضوع نہیں کہا جاسکتا؛ کیوں کہ ابو بکر بن عبداللہ پر حدیثیں گھڑنے کے الزام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حدیث بھی اس کی بنائی ہوئی ہے، جس کی تین وجوہات ہیں: (۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ اصولِ حدیث وغیرہ کی مختلف کتابوں میں صراحت ہے کہ کسی حدیث کی سند میں کوئی راوی متّہم بالکذب یا متّہم بالوضع پایا جائے تو محض اتنے سے وہ حدیث موضوع نہیں ہو جاتی، جب تک کہ کوئی دوسری دلیل اس کے موضوع ہونے پر دلالت نہ کرے؛ چناں چہ امام سخاویؒ فرماتے ہیں:

''هٰذا مَعَ اَنّ مُجَرّدَ تَفَرُّدِ الْكَذّابِ بَلِ الْوَضّاعِ ولو كان بعدَ الاسْتِقْصَاءِ والتَّفْتِيْشِ منْ حافِظٍ مُتَبَحِّرٍ تَامِّ الاسْتِقْرَاءِ غَيْرُ مُسْتَلْزِمٍ لِذٰلِكَ بل لابُدّ مَعَه من انضِمَامِ شَيْءٍ مِمّا سَيَأتِيْ''

ترجمہ: محض کسی جھوٹے بلکہ وضّاعِ حدیث کا کسی حدیث میں متفرد ہونا اس کو (یعنی حدیث کے موضوع ہونے کو) مستلزم نہیں، اگرچہ اس کا ثبوت کسی متبحر اور دیدہ ور حافظِ حدیث کی تحقیق سے ہوا ہو؛ بلکہ اس کے ساتھ کسی اور دلیل کا ملنا بھی ضروری ہے، جس کا ذکر آئندہ آرہا ہے۔ (فتح المغیث ۶۸/۲، باب تحمل الاجازۃ)

مثلاً: حدیث: **''لا تقولوا سورة البقرة الخ''** کو امام احمدؒ نے منکر اور اس کے راوی ''عُبیس'' کو منکر الحدیث کہا ہے، جس کی وجہ سے علامہ ابن الجوزیؒ نے اس حدیث شریف کو موضوعات میں داخل کر دیا، تو علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے حافظ ابن حجرؒ کا اس پر سخت اعتراض نقل کیا ہے، فرماتے ہیں:

''قال ابنُ حجر فی اَمالِيْه اَفْرَطَ ابنُ الجوزی فی اِيْرادِ هٰذا الحديثِ فی الْمَوْضُوْعاتِ ولَمْ يَذْكُرْ مُسْتَنَدَه اِلّا قولَ احمد وتضْعِيْفَ عُبَيْسَ وهٰذا لاَ يَقْتَضِيْ وَضْعَ الْحَدِيْثِ''

ابن جوزیؒ نے اس حدیث شریف کو موضوعات میں شمار کرکے تشدد سے کام لیا ہے اور دلیل میں حضرت امام احمدؒ کے قول اور عبیس کی تضعیف کے علاوہ کچھ اور ذکر نہیں کیا؛ لیکن یہ بات اس حدیث کے موضوع ہونے کا تقاضہ نہیں کرتی۔(اللآلی المصنوعہ ۲۱۸/۱)

لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ پندرہویں شعبان کے روزے کی فضیلت والی حدیث کو محض اس وجہ سے موضوع کہنا کہ اس کے ایک راوی ''ابو بکر بن عبداللہ'' پر وضعِ حدیث کا الزام ہے، بالکل غلط ہے، خود مشہور اہل حدیث عالم مولانا عبدالرحمن مبارک پوریؒ اس حدیث کو شب براءت کی فضیلت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور اس شخص پر حجت قائم کرتے ہیں جو یہ کہتا ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت ثابت نہیں، جیسا کہ ان کی عبارت اوپر گزر گئی، اگر یہ حدیث موضوع ہوتی تو ہرگز وہ یہ بات نہ فرماتے۔

(۲)دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث شریف سنن ابن ماجہ کی ہے اور بعض حضرات نے سنن ابن ماجہ کی موضوع احادیث کی نشان دہی کی ہے اور اس سلسلے میں ایک رسالہ ''ما تَمَسُّ اِلیہِ الحَاجۃ'' لکھا ہے، جس میں ان تمام موضوع احادیث کو ذکر کردیا گیا ہے؛ لیکن ان میں اس حدیث شریف کا ذکر نہیں ملتا۔

(۳)درج بالا سطور میں تفصیل کے ساتھ یہ بات بیان کی گئی کہ حضرت علیؓ کی یہ حدیث موضوع نہیں، اس کو موضوع قرار دینا محدثین کے اصول کے خلاف نیز کم علمی کی دلیل ہے، ہاں یہ حدیث شریف ضعیف ضرور ہے؛ مگر اس کا ضعف اس پر عمل کرنے سے مانع نہیں؛ کیوں کہ محدثین نے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ ''باب الفضائل'' میں ضعیف حدیث قابل قبول ہوتی ہے؛ چناں چہ امام احمد، عبدالرحمن بن مہدی اور عبداللہ بن المبارک رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول منقول ہے:

''اذا رَوَیْنَا فی الحلالِ والحرامِ شَدَّدْنَا واِذَا رَوَیْنَا فی الفضائلِ ونَحْوِھَا تَسَاھَلْنَا''

جب ہم حلال و حرام کے باب میں حدیث نقل کرتے ہیں تو مکمل احتیاط اور سختی سے کام لیتے ہیں اور جب فضائل وغیرہ کے باب میں روایت کرتے ہیں تو نرمی برتتے ہیں۔(اللآلی المصنوعہ ۹۹/۱)

اسی طرح علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

''یَجُوْزُ عِنْدَ اَھْلِ الْحَدِیْثِ وغَیْرِھِمْ التَّسَاھُلُ فی الاَسَانِیْدِ الضَّعِیْفَۃِ وَرِوَایَۃِ مَا سِوَی الْمَوْضُوعِ من الضّعِیْفِ والعَمَلِ بِہ من غیرِ بَیَانِ ضُعْفِہ فی غیرِ صِفَاتِ اللہ تعالٰی والاحْکَام کالحلالِ والحرامِ''

ترجمہ: محدثین وغیرہم کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل برتنااور موضوع کو چھوڑ کر ضعیف حدیثوں کوان کا ضعف بیان کیے بغیر روایت کرنااوران پر عمل کرنا جائز ہے؛ مگر اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام مثلاً حلال وحرام کی حدیثوں میں ایسا کرنا جائز نہیں۔ (تدریب الراوی ۱/۲۹۸، النوع الثانی والعشرون المقلوب)

اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پندرہویں شعبان کے روزے کو نہ تو سنت قرار دینا مناسب ہے اور نہ بدعت؛ البتہ مستحب کہا جائے گا؛ کیوں کہ ایک ضعیف حدیث میں اس کی فضیلت مذکور ہے اور فضائل میں ضعیف حدیث قابل قبول ہوتی ہے۔

لہٰذا بہتر تو یہ ہے کہ ماہِ شعبان کے اکثر حصے کے روزے رکھے جائیں، یہ نہ ہوسکے تو ماہ شعبان کے نصف اوّل کے روزے رکھے جائیں، یہ بھی نہ ہوسکے تو ایام بیض (۱۳، ۱۵، ۱۴ شعبان) کے روزے رکھے جائیں اور اتنا بھی نہ ہوسکے تو کم از کم پندرہ شعبان کا روزہ تو رکھ ہی لے، یہ روزہ بھی ان شاءاللہ موجب اجر ہوگا۔

شب براءت کی خرافات

مندرجہ بالا تین اعمال شب براءت سے متعلق ہیں، ان کے علاوہ دیگر تمام اعمال خلافِ سنت، بدعات وخرافات اور بے اصل ہیں، جن کی شریعت اسلامیہ میں قطعاً گنجائش نہیں، مثلاً:

(۱) آتش بازی

ان بدعات وخرافات میں سب سے بدترین اور ملعون رسم "آتش بازی" ہے، جو آتش پرستوں اور کفار ومشرکین کی نقل ہے، اس شیطانی رسم میں ہر سال مسلمانوں کی کروڑوں کی رقم اور گاڑھی کمائی آگ میں جل جاتی ہے، بڑی دھوم دھام سے آگ کا یہ کھیل کھیلا جاتا ہے، گویا ہم خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی نیاز مندی اور عبادت واستغفار کا تحفہ پیش کرنے کے بجائے اپنے پٹاخے اور آگ پیش کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ آتش بازی کی یہ بدترین رسم تین بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے:

(الف) اسراف وفضول خرچی

قرآنِ کریم میں اپنی کمائی فضولیات میں خرچ کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

"اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ"

بے شک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔ (سورۂ بنی اسرائیل: ۲۷)

(ب) کفار و مشرکین کی مشابہت

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۵)

یعنی جو شخص کسی قوم سے مشابہت اور ان کے طور طریق اختیار کرے گا اس کا شمار انھیں میں ہوگا؛ مگر افسوس ہے ہماری زندگی پر کہ ہر چیز میں آج ہم کو غیروں کا طریقہ ہی پسند ہے اور اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے نفرت ہے۔

(ج) دوسروں کو تکلیف دینا

جب پٹاخے چھوڑے جاتے ہیں تو اس کی آواز سے کتنے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اس کو ہر شخص جانتا ہے، جب کہ ہمارا مذہب اسلام ہم کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایک مومن آدمی سے کسی بھی شخص کو (مسلم ہو یا غیر مسلم) تکلیف نہیں ہونی چاہیے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَہُ النَّاسُ علٰی دِمَائِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ، (ترمذی شریف ۹۰/۲)

یعنی صحیح معنی میں مؤمن وہ شخص ہے جس سے تمام لوگ اپنی جانوں اور مالوں پر مامون اور بے خوف و خطر رہیں، یہاں تک کہ جانوروں کو تکلیف دینا بھی انتہائی مذموم، شدید گناہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری ۸۲۸/۲، صحیح مسلم حدیث ۱۹۵۸، کتاب الصید والذبائح) حاصل یہ ہے کہ صرف "آتش بازی" کی ایک رسم کئی بدترین اور بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے، جو کسی بھی طرح مسلم معاشرے میں رواج پانے کے لائق نہیں؛ بلکہ پہلی فرصت میں قابل ترک ہے۔

(۲) چراغاں کرنا

شبِ براءت کے موقع پر بعض لوگ گھروں، مسجدوں اور قبرستانوں میں چراغاں کرتے ہیں، یہ بھی اسلامی طریقے کے خلاف ہے اور غیر مسلموں کے تہوار دیوالی کی نقل اور مشابہت ہے۔ علامہ بدرالدین عینیؒ نے لکھا ہے کہ: چراغاں کی رسم کا آغاز یحییٰ بن خالد برمکی سے ہوا ہے، جو اصلاً آتش پرست تھا، جب وہ اسلام لایا تو اپنے ساتھ یہ آگ اور چراغ کی روشنی بھی لایا، جو بعد میں مسلم سوسائٹی میں داخل ہوگیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس کو مذہبی رنگ دے دیا گیا۔ (عمدۃ القاری ۱۱۷/۱۱) اسی طرح

غیر مسلموں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے یہ رسم ہم نے اسلام میں داخل کرلی اور غیروں کی نقالی کرنے لگے، جب کہ غیروں کی نقل ومشابہت پر سخت وعید آئی ہے جس کو اوپر بیان کردیا گیا۔

(۳) حلوہ پکانا

شبِ براءت میں بعض لوگ حلوہ بھی پکاتے ہیں؛ حالاں کہ اس رات کا حلوے سے کوئی تعلق نہیں۔ آیات کریمہ، احادیث شریفہ، صحابہ کرامؓ کے آثار، تابعین وتبع تابعین کے اقوال اور بزرگانِ دین کے عمل میں کہیں اس کا تذکرہ اور ثبوت نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ شیطان نے یہ سوچا کہ اس رات میں عبادت واستغفار کے ذریعے اللہ تعالیٰ لاتعداد لوگوں کی مغفرت فرمائے گا اور ان کی نیکیوں میں اضافہ ہوگا تو مجھ سے یہ بات کیسے برداشت ہوگی؛ اس لیے اس نے مسلمانوں کو ان خرافات میں پھنسا کر سنّت طریقے سے دور کردیا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک جب شہید ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے حلوہ نوش فرمایا تھا، یہ بات بالکل من گھڑت اور بے اصل ہے، حضور اکرم ﷺ کے دندانِ مبارک غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے، اور غزوۂ احد ماہِ شوال میں پیش آیا تھا، جب کہ حلوہ شعبان میں پکایا جاتا ہے، دانت ٹوٹنے کی تکلیف ماہِ شوال میں اور حلوہ کھایا گیا دس مہینے بعد شعبان میں، کس قدر بے ہودہ اور باطل خیال ہے!

(۴) گھروں کا لیپنا پوتنا، نئے کپڑے بدلنا اور اگربتی وغیرہ جلانا

شبِ براءت کے موقع پر گھروں کی لپائی پوتائی اور نئے کپڑوں کی تبدیلی کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے، نیز گھروں میں اگربتی جلاتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس رات میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں، ان کے استقبال میں ہم ایسا کرتے ہیں۔ یہ عقیدہ بالکل فاسد اور مردود ہے، یہ عقیدہ رکھنا جائز نہیں؛ لہٰذا ان بدعتوں سے بھی احتراز لازم ہے۔

(۵) مسور کی دال پکانا

یہ بھی بے ہودہ رسم ہے۔

غرض یہ تمام رسمیں خرافات اور بے اصل ہیں، جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں؛ لہٰذا ان سب چیزوں سے احتراز لازم ہے، ہماری کامیابی نبی کریم ﷺ کے اتباع میں ہی مضمر ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

كُلُّ أُمَّتِی يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلاَّ مَنْ اَبٰی، قَالُوْا: وَمَنْ يَّأْبٰی؟ قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی . (بخاری شریف ۱۰۸۱/۲، حدیث ۷۲۸۰)

یعنی میری امت کا ہر ہر فرد جنت میں داخل ہوگا؛ مگر جو انکار کرے گا اور بات نہیں مانے گا وہ جنت سے دور رہے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! انکار کون کر سکتا ہے؟ ارشاد ہوا: جو شخص میری اطاعت و فرماں برداری کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو نافرمانی کرے گا اس نے گویا انکار کر دیا، جس کی وجہ سے وہ جنت سے محروم رہے گا۔

اللہ تعالیٰ پوری امت کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور بدعات و خرافات سے حفاظت فرما کر اتباعِ سنت کے جذبے سے مالامال فرمائے! آمین ثم آمین!

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

یارسول اللہ! جس کثرت سے میں آپ کو ماہ شعبان میں روزے رکھتے دیکھتا ہوں کسی اور مہینہ میں نہیں دیکھتا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یہ ایسا مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان واقع ہے اور لوگ عموماً اس مہینے کی برکات سے غافل ہیں۔ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، میری خواہش ہے کہ میرے اعمال اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزے سے ہوں۔"

(السنن الكبري للنسائي:3257 حديث حسن)

ماہِ شعبان کی برکات حاصل کرنے کے لیے اس ماہ میں رمضان المبارک کی تیاری کی جائے، عبادات اور روزے رکھنے کی عادت ڈالی جائے اور اپنے کاموں کو اس انداز میں نمٹایا جائے کہ رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ وقت عبادت اور تعلق مع اللہ کے لیے فارغ ہو سکے۔

استقبال رمضان اہم گزارشات

محمد داؤد الرحمن علی

رمضان المبارک کی تیاری اور استقبال کے لیے علماء اکرام نے بہت سی اہم تجاویز اور ہدایات بیان فرمائی ہیں جن کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

فرائض وواجبات کی ادائیگی وتوبہ استغفار:

آمد رمضان سے قبل فرائض وواجبات کی ادائیگی کا اہتمام کریں، اگر ذمہ نمازیں یا قضا روزے ہوں تو ادائیگی کی ترتیب بنائیں۔ سابقہ زندگی کی تمام لغزشوں پر سچے دل سے توبہ کریں، دل کو گناہوں اور برے خیالات سے پاک کریں۔ آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں اور دل ودماغ غرض جسم کے کسی بھی حصے سے صادر ہونے والے گناہوں پر سچے دل سے توبہ کریں تاکہ گناہوں سے پاک ہو کر آپ رمضان المبارک کا استقبال کریں۔

مسائل سیکھیں اور سکھائیں:

روزہ، تراویح، صدقۃ الفطر، زکوۃ، اعتکاف اور دیگر احکامات ابھی سے سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کا مفہوم ہے کہ دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

نفس کو تقوی کا پابند بنائیں:

اپنے نفس کو ابھی سے تقوی کا پابند بنائیں۔ کیونکہ رمضان المبارک تقوی کی عملی تربیت گاہ ہے اور اللہ رب العزت نے رمضان المبارک میں روزوں کی فرضیت کا اہم مقصد تقویٰ وپرہیزگاری کا حصول بتایا ہے۔(سورۃ البقرہ: 183)

صلہ رحمی میں جلدی کریں:

قطع رحمی یعنی رشتے ناطے توڑنا بہت بڑا گناہ ہے، قطع رحمی کی وجہ سے دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ لہذا رمضان المبارک آنے سے قبل اس سنگین گناہ سے توبہ اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کریں، نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے: ''اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ قطع رحمی (یعنی رشتے ناطے توڑنے کا) معاملہ کیا جائے تب بھی وہ صلہ رحمی کرے۔'' (صحیح بخاری: 5991)

دل صاف کریں:

صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: دل کے صاف ہونے سے کیا مراد ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ متقی اور صاف ستھرا دل جس میں نہ گناہ ہو، نہ بغاوت، نہ ہی اس میں کسی کا کینہ ہو اور نہ ہی کسی کے بارے میں حسد۔'' (سنن ابن ماجہ: 4206، باب الورع والتقویٰ) ہمارا دل نفرت، جزبہ انتقام اور حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے، دل میں نفرت اور کینہ رکھنے والے کی اللہ رب العزت مغفرت نہیں فرماتے، لہذا رمضان المبارک کی آمد سے قبل اپنے دل کو ان فضول مصروفیات سے فارغ کر کے خالص عبادات کی طرف اسے متوجہ کریں، سب کو دل سے معاف کر دیں، کسی کا کینہ دل میں نہ رکھیں۔

دُعاؤں کا معمول:

رمضان المبارک دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے۔ لہذا ابھی سے اپنے آپ کو لمبی دعاؤں کا عادی بنائیں۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ رمضان المبارک سے قبل نبی کریم ﷺ سے منقول دعاؤں کی الفاظ زبانی یاد کیے جائیں۔ مسنون الفاظ پر مشتمل دعاؤں میں تاثیر بھی زیادہ ہوتی ہے اور قبولیت کا امکان بھی زیادہ ہوتا ہے۔

صدقہ کرنے کی عادت:

شعبان المعظم میں روزانہ کچھ نہ کچھ صدقہ کرنے کی عادت ڈالیں تاکہ رمضان المبارک میں سخاوت کرنا آسان ہو جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد مفہوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں میں زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں تو آپ ﷺ کی سخاوت تیز چلتی خوشگوار ہوا سے بھی زیادہ ہو جاتی۔ (صحیح بخاری:1828)

کثرتِ تلاوت کا معمول:

رمضان المبارک نزول قرآن کا مہینہ ہے۔ خوش قسمت لوگ اس ماہ میں تلاوت کی کثرت کا معمول بناتے ہیں۔ لہذا ابھی سے تلاوت قرآن کو زیادہ وقت دینا شروع کر دیں تاکہ رمضان المبارک کی آمد سے قبل آپ کثرت سے تلاوت قرآن کرنے کے عادی بن جائیں۔ اگر آپ حافظ قرآن ہیں تو ابھی سے قرآن کریم کو دُہرانا شروع کر دیں۔

شب بیداری کی عادت:

رمضان المبارک میں راتوں کی عبادت (تراویح، تہجد وغیرہ) بڑھ جاتا ہے۔ ان عبادات کو احسن انداز میں اور بلا تھکاوٹ انجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ ابھی سے شب بیداری اور نفلی عبادت کا اہتمام کریں اور اپنے بدن کو عبادات کی کثرت کا عادی بنائیں تاکہ رمضان المبارک کی راتوں میں دقت پیش نہ آئے۔

نظام الاوقات ترتیب دیں:

رمضان المبارک سے قبل اپنا نظام الاوقات مرتب کریں، جس میں صبح اُٹھ کر تہجد، ذکر، دعائیں، سحری، نماز فجر اور تلاوت سے لیکر افطاری، تراویح و دیگر معاملات تک کے لیے مناسب وقت متعین ہو اور نیند و آرام کی بھرپور رعایت رکھی جائے۔

انٹرنیٹ و سوشل میڈیا سے احتراز:

رمضان المبارک میں اوقات کی قدردانی بڑی اہم ہے، آج کل انٹرنیٹ و سوشل میڈیا وقت کے ضیاع کا بڑا سبب بن رہے ہیں۔ لہذا رمضان المبارک کی آمد سے قبل ان کا استعمال ختم یا محدود کرنے کی کوشش کریں۔ امام مالکؒ و دیگر اسلافؒ کا تو یہ تک معمول تھا کہ رمضان المبارک کے آتے ہی علمی مجالس بھی موقوف فرما دیتے اور تلاوت قرآن میں مشغول رہتے۔

ٹی وی سے بچیں:

ٹی وی خرافات کا مجموعہ ہے۔ لہذا رمضان المبارک کی آمد سے قبل اس سے جان چھڑانے کی کوشش کریں۔ ٹی وی پر ''رمضان نشریات'' کے نام پر اکثر پروگرام غیر شرعی اور مخلوط ہیں، ایک آدھ دینی پروگرام درست بھی ہو تو اسے بنیاد بنا کر ٹی وی کے سامنے وقت ضائع کرنا ہوشمندی نہیں، کیونکہ دینی پروگرامات کے دوران اشتہارات میں موسیقی اور نامحرم عورتیں، رمضان المبارک کی روحانیت ختم کرنے کے لیے کافی ہیں۔

خریداری:

رمضان المبارک عبادات کا مہینہ ہے، شاپنگ و خریداری کا نہیں، نیز رمضان المبارک میں رش اور مہنگائی کی وجہ سے وقت اور پیسے کا ضیاع ہوتا ہے۔ لہذا رمضان المبارک کی آمد سے قبل شعبان المعظم میں ہی عید کی شاپنگ مکمل کر لیں اور اہل خانہ کو بھی یہ بات سمجھائیں۔

کاموں کا بوجھ ہلکا رکھیں:

گھر میں تعمیراتی یا رنگ و روغن کا کام کروانا ہو، مشین کی مرمت ہو، گاڑی یا سواری کا کوئی لمبا اور پیچیدہ کام ہو، اسی طرح دفاتر و کارخانوں کے محنت طلب پروجیکٹ ہوں تو انہیں رمضان المبارک سے پہلے پہلے نمٹانے کی کوشش کریں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص رمضان المبارک کے مہینے میں اپنے غلام (خادم، ملازم) کے بوجھ کو ہلکا کر دے تو اللہ رب العزت اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور اسے آگ سے آزادی عطا فرماتے ہیں۔'' (مشکوۃ، جلد 2، حدیث نمبر 469) رمضان المبارک کی آمد سے قبل نوکر، خادم و ملازمین سے محنت طلب اور مشکل کام کروالیں تاکہ روزے کی حالت میں ملازمین پر کام کا بوجھ ہلکا رہے۔

عمرے کی ترتیب بنائیں:

رمضان المبارک میں عمرے کا ثواب حج کے برابر ہے، صاحبِ ثروت لوگ ابھی سے عمرے کی ترتیب بنائیں۔ اسی طرح مسجد حرام و مسجد نبوی ﷺ میں اعتکاف اور نمازوں کا ثواب دیگر مساجد سے بہت زیادہ ہے۔ یہ ثواب حاصل کرنے کے لیے ابھی سے کوشش کریں۔

زیادہ سے زیادہ وقت مسجد میں گزاریں؛

عموماً ہمارا دل مسجد میں نہیں لگتا۔ لہذا ابھی سے نمازوں کے بعد کچھ دیر مسجد میں نفلی اعتکاف کی نیت سے ٹھہریں اور مسجد میں دل لگانے کی مشق کریں تاکہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کے مسنون اعتکاف میں بیٹھنا آسان ہو جائے۔

نیند کم کرنے کی عادت ڈالیں:

اگر آپ آٹھ (8) گھنٹے سونے کے عادی ہیں تو چھ (6) گھنٹے سونے کی عادت ڈالیں تاکہ رمضان المبارک میں دقّت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ البتہ تھکاوٹ سے بچنے کے لیے دن میں تھوڑی دیر قیلولہ کر لینا مسنون بھی ہے اور تہجد پڑھنے میں معین و مددگار بھی۔

تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھیں:

رمضان المبارک کے تیس دنوں میں اس کام کا اہتمام نسبتاً زیادہ آسان ہے۔ لہذا تکبیر اولیٰ کے ساتھ پانچ وقت نمازیں باجماعت پڑھنے کی ابھی سے ترتیب بنائیں۔

سگریٹ پان اور نسوار سے جان چھڑائیں:

سگریٹ، نسوار، پان و دیگر نشہ آور اشیاء کا استعمال ابھی سے محدود کریں اور کوشش کریں کہ ان سے جان چھڑالی جائے تاکہ روزے کی حالت میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ رمضان المبارک نشہ آور اشیاء سے جان چھڑانے کا بہترین موقع ہے اور اس میں ہمت، حوصلہ اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے ان چیزوں سے بآسانی جان چھڑائی جاسکتی ہے۔

ملاقاتوں کا سلسلہ محدود کریں:

رمضان المبارک میں تقاریب، ملاقاتوں اور دعوتوں کا سلسلہ بلکل محدود کر دیں تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت عبادات صرف ہو سکے۔ البتہ بیمار کی عیادت اور تیمارداری، اسی طرح میت کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ شرکت کے جتنے مواقع مل سکیں غنیمت جانیں۔

بچوں کو روزے کی عادت ڈالیں:

سات سال یا اس سے بڑے بچوں کو روزے کے حوالے سے خصوصی ترغیب دیں اور ان کی ذہن سازی کریں تاکہ وہ رمضان المبارک میں انہیں روزے رکھنے کی عادت پڑ جائے اور بچوں کے زندگی بھر کے روزے آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوں۔

کم کھانے کی عادت ڈالیں:

کھانے کی مقدار خاص تناسب سے کم کریں غذا میں پھل، سبزی اور کھجور کا استعمال زیادہ رکھیں تاکہ صحت و توانائی برقرار رہے اور رمضان المبارک تک آپ کم کھانے کے عادی بن جائیں، نیز زیادہ کھانے کا بوجھ، بدہضمی اور سستی عبادات میں رکاوٹ نہ بنے۔

اس رمضان المبارک کو ممتاز کریں:

کسی ایسی عبادت کی ترتیب بنائیں جو آپ کے نامہ اعمال میں اس رمضان المبارک کو گزشتہ رمضانوں سے ممتاز کردے۔ مثلاً: تیسواں پارہ زبانی یاد کرلیں، یا سورۃ الرحمٰن، سورۃ یسین، سورۃ الملک، سورۃ الم سجدہ زبانی یاد کرلیں۔ یا کسی یتیم کو ڈھونڈ کر اس کی کفالت کا بندوبست کریں، یا جیلوں میں قید لوگوں کے لیے تعلیم و تربیت کا بندوبست کریں، یا پانی کی اشد ضرورت ہو تو ٹیوب ویل، کنواں یا ٹھنڈے پانی کا پلانٹ لگوادیں، یا مساجد و مدارس کے ساتھ پر خلوص تعاون کریں، یا مستحق طلباء کے لیے فیسوں اور یونیفارم وغیرہ کا بندوبست کرلیں، یا کسی غریب لڑکی کی رخصتی اخراجات کا بندوبست کرلیں۔ وغیرہ وغیرہ

مالی حقوق سے متعلق مسائل سیکھیں:

عام طور پر رمضان المبارک میں مالی حقوق جیسے زکوٰۃ، عشر، صدقۃ الفطر نذر وغیرہ کی ادائیگی کی جاتی ہے۔ لہذا ضروری ہے ان سے متعلق تفصیلی احکامات پہلے سے ہی معلوم کرلیے جائیں۔ اسی طرح جو مالی حقوق ذمہ میں ہوں (جیسے بیوی کا مہر یا قرض وغیرہ) اور ادا کرنے صلاحیت بھی ہو تو رمضان المبارک سے پہلے ادا کرلیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مالدار آدمی کا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول (اور تاخیر) کرنا ظلم ہے (صحیح بخاری)

جلدی سونے کی عادت ڈالیں؛

دوستوں کی فضول مجالس، گپ شپ کی محافل اور رات گئے تک سرانجام دی جانے والی سرگرمیوں سے آہستہ آہستہ کنارہ کشی اختیار کریں تاکہ رمضان المبارک میں تراویح کے فوراً بعد بلاتاخیر سو سکیں۔ یاد رکھیں تہجد اور سحری میں ہشاش بشاش اٹھنے کا دارومدار بروقت سونے پر ہے۔

دُعاؤں کا اہتمام:

رمضان المبارک کی تیاری کے حوالے سے درج بالا ہدایات و تجاویز پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ سے رمضان المبارک کی روحانیت و برکات کے حصول کے لیے خصوصی دُعائیں مانگیں۔ اور خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اُمت کو اپنی دعاوں میں یاد رکھیں۔